



حزب الانصار

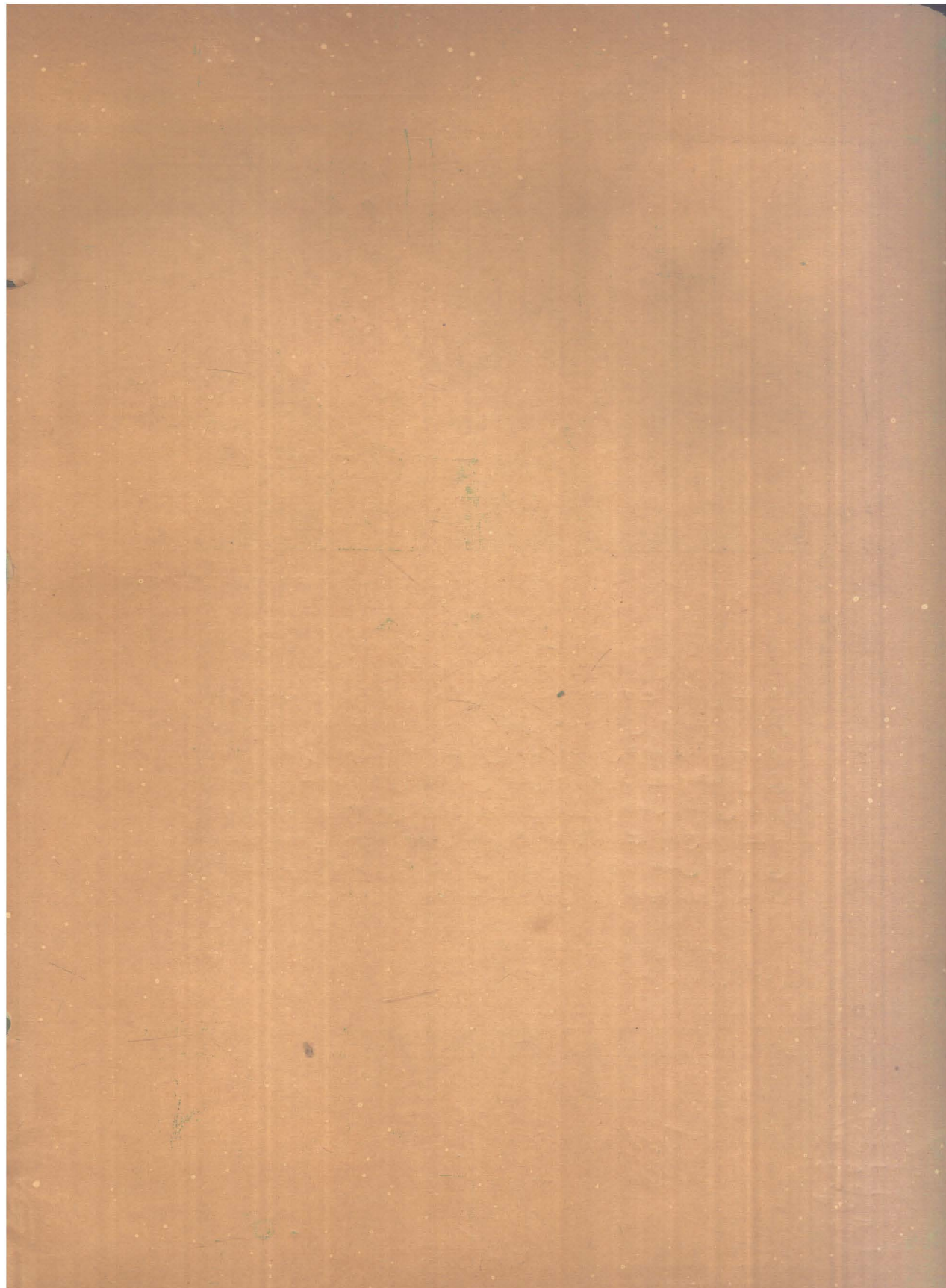
(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بھیرہ کی عظیم الشان عمارت کی صوبہ دارالعلوم عزیزہ بھیرہ کا اجراء اور اس کے ماتحت لگی جملہ مدارس عربیہ کا قیام - ہتھم خانہ - دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی علمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تعلیم کیلئے مسلسل سعی جاری میں جماعت کا ترجمان چھوڑے خاص الاسلام ہر ماہ بھیرہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ کھنی اداروں کی امداد اور چھوڑے شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لینے اور جماعت کے معاون بنکر ثواب دارین حاصل فرمادیں -

انصار احمد بھوی کان اللہ

امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)





۷۸۶

شمالی اسلام بھیرو

ماہنامہ

مدیر اعزازی - سید سیاح الدین کاکا خیل -

جلد ۲۱ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۵۵ء شمارہ ۸۵

فہرست

صفحہ

۴	بزم انصار
۴	نکتہ کی بات (نظم)
۵	”صدیق“ کے لئے ہے خدا کا رسول بس (نظم)
۶	شذرات
۱۳	تعلیمات اسلامی
۱۵	منتخبات القرآن
۱۶	باب الحدیث
۱۷	سیرت فاروقی
۲۲	تذکرۃ الکرام
۲۵	عظمت کعبہ (نظم)
۲۶	اسلامی واقعات کی ایک جھلک
۳۱	رسول مہادق کے حضور میں (نظم)
۳۲	خاتم النبیین
۳۷	دولت کی غلط تقسیم
۴۱	قوم کے جوانوں کے نام



جسٹس ذر اور غلط و کتابت کا پتہ

مینور رسالہ شمالی اسلام

جامع مسجد بھیرو (پاکستان)



بدل اشتراک

نمونہ کے لئے ہر کے غلط ارسال فرمائیں

سالانہ عوام سے
” معاویین سے
فی پرچہ
ہر آنہ

بند انصاف کا سرحد کی غزیرہ انصاف

دارالعلوم غزیرہ | دو ماہ کی تعطیلات کے بعد جامع مسجد

کی وسیع چار دیواری میں ہمیں پہل شروع ہو گئی۔ طالبان علوم دینیہ کے ہجوم سے گلشن میں بہارا لگتی ہے۔ اور ابھی تک طلبہ کی آمد آ رہی ہے۔ دارالعلوم غزیرہ میں تمام فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ کارکنان حزب الانصار کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ دارالعلوم غزیرہ کے لئے بہترین مدرسین کی خدمات حاصل کی جائیں۔ چنانچہ اس وقت اکثر مدارس عربیہ سے اعلیٰ عملہ دارالعلوم غزیرہ جامع مسجد بھیرہ کا ہے۔ جس کی وجہ سے دور دراز سے طلبہ بھیجے چلے آ رہے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

اضافہ | دارالعلوم غزیرہ میں فنون کی کتب پڑھانے کے علاوہ ترجمہ قرآن مجید اور لمبوی فاضل کی تیاری کا بند و بست کر دیا گیا۔ تاکہ طلبہ میں کسی قسم کی علمی پیاسیں باقی نہ رہ جائیں۔ ترجمہ قرآن مجید سر مشیخ الحدیث مدظلہ سارا سال پڑھا رہے ہیں۔ تاکہ قرآن مجید کے مضامین پر جامعہ تبصرہ کیا جاسکے کیونکہ

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک دو ماہ میں ترجمہ قرآن مجید نہیں آسکتا۔ قابل قدر مشیخ | مولانا غلام محی الدین صاحبیں پوری کا قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ آپ جماعت طلبہ میں مشہور معجزہ ہیں۔ آپ بارہ سوال کو تشریف لے آئے ہیں اور سندھ میں کو زمین بخش دی ہیں۔

اسلامی پیغام | بے کار نہ رہو۔ اسلامی تجارت جاری کرو۔ مرزائی و شیعہ و عیسائی مبلغوں کے رہبریلے پراپیگنڈے کا روانہ وار مقابلہ کرو۔ ضرورت ہو تو مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ سے مبلغین منگو کر جلیے کرو۔ صرف کارڈ لکھنے پر جلسہ منعقد ہو سکتا ہے۔ غریب آٹھو یم بچے جہاں ملیں انہیں دارالعلوم غزیرہ جامع مسجد بھیرہ میں بھیج کر زیور علم سے آراستہ کرو۔

تعلیم | پندرہ سوال المسکرم سے دارالعلوم میں باقاعدہ تعلیم شروع ہو گئی ہے۔

نکتہ کی بات

(اثر خامہ چو بدی دلورام صاحب کوثری)

اک روز رضی اللہ عنہ سے کسی نے یہ عرض کی | اے نائب رسول میں دام ظلمک ابو جبر اور عیسیٰ کے زمانہ میں چین تھا عثمان کے بھی عہد میں لبریز تھا یہ خم | کیوں آپ ہی کے دور میں جھگڑی ہو چکی تھی میری تو عقل ہو گئی اس مسئلہ میں گم | کہنے لگے جو یہ ہم کو تو جھنڈا کرتا ہے ان کے مشیر ہم تھے ہمارے مشیر تم

صَدِیقِ مُکے لئے ہے خدا کا رسول بس

(از ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم متوفی ۱۳۵۸ھ
۱۹۳۸ء)

دیں مالِ اہق میں کج ہوں تم میں مالدار
اس روزان کے پاس تھے دیم کئی ہزار
بڑھ کے رہیگا آج قدم میرا ہوار
ایشوار کی ہے دستِ نگر ابتداءے کار
ای وہ کہ ہوشِ حق سے تھے دلِ حق قرار
مسلم ہر اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
باقی ہو ہے وہ ملتِ بیضیا ہے نثار
جس سے بنائے عشق و محبت استوار
سہ تیر جس سے چشمِ جہاں میں ہوا اعتبار
اسپِ فرس و شتر و قاطر و حمار
کنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
ای تیری ذات باعثِ تکوین روزگار

اے ن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا
ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمر بٹھے
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق سے ضرور
لائے عرض کہ مالِ سول میں کے پاس
پوچھا حضور سرورِ عالم نے اسی عمر
رکھا ہر کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا
کی عرض نصف مالِ ہر فرزند و زن کا حق
اتنے میں وہ فریقِ نبوت بھی آگیا
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد و فاسر شرت
ملکِ یمن و یرم و دینار و نخت و جنس
بولے حضور چاہئے فکرِ عیال بھی
اسی تجھ سے دیدہ منہ و انجم فروغ گیر!

پروانے کو چراغ ہے بیل کو پھول بس
صدیقِ مُکے لئے ہے خدا کا رسول بس

نشانات

(اداسلا)

پاکستان کا نظام تعلیم و تربیت | قیام پاکستان کے بعد ہر شعبہ زندگی

اور ہر ادارہ حکومت میں ایک مکمل اسلامی انقلاب کی ضرورت تھی۔ اور قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ ہر نیا طلوع آفتاب اسلام کی منزل مقصود کی طرف ہم کو قریب کرنے والا نیا دن وجود میں لاتا۔ اور نیا پیغام عمل ساتھ لاتا۔ اور اس طرح تدریجاً وہ مقصد حاصل ہوتا جس کے حصول کا وعدہ قرارداد مقاصد کے الفاظ کی صورت میں کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی چیز یہ تھی کہ ہمارا وہ نظام تعلیم کیسے بدل دیا جائے جو انگریزی دور اقتدار میں صرف ”سستے کلرک تیار کرنے اور رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی لیکن افکار و خیالات اور عقائد و نظریات کے اعتبار سے انگریز بنادینے“ کی غرض سے ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق چلا گیا تھا۔ اور جس کے نتیجے میں سکولز اور کالجز تعلیم کا ہیں اور علوم و فنون کے مراکز نہ تھے بلکہ قتل گاہیں تھیں جن میں نوجوانوں کو بری طرح سے قتل کیا جاتا تھا۔ ملک کی آزادی اور قیام پاکستان کے بعد بھی اسی نظام تعلیم کو جینہ باقی رکھنا اور اب بھی اسی ڈھب پر تعلیم و تربیت کا کام جاری رکھنا یقیناً قابلِ مدافہوس اور مقامِ حیرت و استعجاب ہے۔ سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہیے تھا کہ قرارداد مقاصد کے تقاضوں کے مطابق اسلامی تعلیم و تربیت کے مراکز قائم کئے جاتے سکولوں اور کالجوں کو واقعی

تعلیم گاہوں کی حیثیت دیدی جاتی۔ اور نئی نسلوں کو مل و دماغ اعضاء و جوارح ہر لحاظ سے واقعی مسلمان بنانے کی سعی کی جاتی۔ تاکہ اسلامی مملکت پاکستان کی مشنری کے تمام کل پُرزے واقعی اسلامی سانچوں میں ڈھل کر نکلے ہوئے ہوتے ہوتے۔ اور یہ مشین ٹھیک اُس طریقہ پر چلتی جس طرح کہ خداوندِ احکام الحاکمین کی مرضی اور پسند ہے۔ اور حاکمیت اللہ تعالیٰ کا پورا پورا نقشہ عملی طور سے روئے زمین کے اس پاک خطہ پر ابھر کر سامنے آتا۔ اور یہاں کی سراسر اسلامی زندگی دنیا کی دوسری گم کردہ راہ قوموں اور مملکتوں کیلئے ”روشنی کا منار“ ہو جاتی۔ مگر یہاں انگریز کی ترکہ اور دھیکالے کی میراث اب تک باقی ہے۔ اور کوئی قدم بھی اُس اصل مقصد کی طرف اٹھایا نہیں گیا ہے۔ اور سب سے بڑھکر تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ جہاں تک قول اور زبانی جمع خیر کا تعلق ہے۔ ہمارے وزراء و برسرِ اقتدار حضرات اسلام اور اسلامی نظامِ حیات کی قصیدہ خوانی اور مدحِ سرلہی اب بھی ہر جلسہ اور ہر پریس کانفرنس میں کرتے رہتے ہیں۔ ہر صوبائی وزیر تعلیم اور مرکزی وزیر تعلیم مشرفِ فضل الرحمن صاحب جب کبھی بکشتائی فرماتے ہیں۔ تو اپنی زبان فیضِ ترجمان سے اسلام کی مدح و ستائش کر کے اس کو تمام مصائب کا حل اور علاج قرار دیتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ پاکستان کا مقصد وجود ہی عملاً اسلام کو غالب و منصور کرنا اور اپنی ساری زندگی پراس کو جاوی کرنا ہے۔ مگر ان بلند بانگ دعوؤں

اور قول کے درجہ میں اسلام کی اس ترجیحی کے باوجود اقتدار و اختیار کے ہوتے ہوئے کسی اسلامی شعبہ کو بروئے کار لانا اور اسلامی نظام تعلیم و تربیت کو کسی درجہ میں بھی جگہ دینے کے لئے عطا یہ لوگ تیار نہیں۔ قولی و عمل کے تضاد کے جو نمونے آئے دن ان حضرات کی زندگیوں میں سے نمایاں ہو کر سامنے آتے رہتے ہیں اس کی نظیر شاید کسی اور کے ہاں مشکل سے مل سکے گی۔ ان ارباب اختیار و اقتدار کو اس اہم مسئلہ کی طرف شرمع ہی سے بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ اخبارات و رسائل میں مضامین لکھے گئے ہیں۔ گرد ہاں جب انقلاب پیدا کرنے کا قلبی داعیہ ہی نہیں اس لئے احتجاج و مطالبہ کی ہر آواز صدابہ صحرانابت ہوئی اور مدارس و جماعات میں ہمنوز و مذاق ہی ہے۔ وہی نصاب تعلیم۔ وہی طرز تعلیم۔ اسی وضع و قماش کے اساتذہ و پروفیسر وہی معیار دیانت و قابلیت۔ وہی انداز تربیت اور وہی معیار ترقی و منزل اور وہی ماد غیر و شر ہے۔ حالانکہ ان میں سے ہر چیز ایسی ہے کہ اسلام کے لحاظ سے اس میں بالکل انقلاب و تبدیلی کی ضرورت ہے۔

کچھ عرصہ ہوا خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناح صاحبہ نے بھی خاص طور پر سابقہ نظام تعلیم پر تنقید کر کے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ پاکستان میں جلد از جلد اس نظام کو بدل کر نیا نظام تعلیم جاری کیا جائے۔ جو مملکت کے جدید نظریات اور بنیادی مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ اس بیان کے بعد اخبارات میں پھر یہ بحث شروع ہوئی اور محکمہ تعلیم کو بار بار توجہ دلائی گئی۔ لیکن ان تمام تبصروں، تنقیدوں، احتجاجوں اور مطالبوں کے باوجود اب تک معلوم نہ ہو سکا کہ حکومت علمی طور سے اس طرف کوئی قدم اٹھانا بھی چاہتی ہے یا نہیں۔ جہاں تک سابقہ نظام تعلیم کو بدلنے کا تعلق ہے اس میں تو کسی

قسم کا اختلاف نہیں۔ ارباب یہ آواز ہر طرف سے اٹھ رہی ہے کہ مفتی خدارا نیاراگ چیمبرو کہ ربط کے سبب تار پٹے گئے ہیں گردہ "نیا نظام تعلیم" کیسے ہو۔ اور کن بنیادوں پر مبنی ہو۔ اس میں اختلاف پڑ سکتا ہے۔ اور پڑا ہوا ہے۔ مغربی سانچوں میں ڈھلے ہوئے اور مادہ پرستی و اتحاد کے شکار شدہ کچھ مبلغ اپنی مخصوص ذہنیتوں کی بنا پر چاہتے ہیں کہ نئے نظام تعلیم میں بھی بالکل یورپ کی خدا فراموش قوموں کی پوری پوری تعالیٰ کی جائے۔ اور خالص مادہ پرستانہ اور عصبانہ کی بنیادوں پر اس نظام کی تعمیر کی جائے۔ چونکہ ان کے دل و دماغ پر دنیا ہی کی محبت غالب ہے اس لئے وہ صرف اس نکتہ نگاہ سے سوچتے اور فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ یورپ کے عاشق و دلدادہ ہیں۔ اور یورپ کی تہذیب و تمدن کی تعالیٰ ان کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ وہ صرف تبدیلی یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا سابقہ نظام تعلیم ایک غلام قوم کی حیثیت سے ہمارے لئے انگریزوں نے پسند کیا تھا۔ اوصاف چونکہ ہم آزاد ہیں اس لئے اس غلامی کی یادگار کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اب بھی ہم کو وہ چاہتے ہیں امریکہ و انگریز یا بعض کے خیال میں روس پسند کرے۔ فرق صرف یہ ہو کہ اب ہم آزاد ہو چکے ہیں اس لئے اب نئے نظام تعلیم میں ہماری قومی آزادی کا خیال رکھا جائے۔ اور مغربی طرز و انداز ہر ایک دنیا پرست اور خدا فراموش اور غافل از آخرت آزاد قوم کے حالات کے مطابق نظام تعلیم و تربیت کو مرتب کیا جائے۔ چنانچہ اس ذہنیت کے مغرب گزیدہ لوگ تقریروں اور تحریروں میں کبھی اشارہ و کنایہ اور کبھی تصریحاً اس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ لیکن اگر قرارداد معنی واقعی ایمان داری کے ساتھ منظور کیا گیا ہے۔ دستور ساز اسمبلی کے بھرے اجلاس میں تمام کائنات کو گواہ بنا کر اللہ تعالیٰ

کے ساتھ ایک سچا اقرار کیا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ پاکستان میں پھر اس مادہ پرستانہ اور محبت عاجلہ کے تصور پر مبنی طرز زندگی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور ان لوگوں کے اس قسم کے خیالات اور ان کا اظہار و بیان قرار دے مفاہد سے غلامی اور اسکی صریح خلاف ورزی ہے۔ سچی اور صحیح بات تو یہ ہے کہ دینی اور دنیوی تعلیم کی اثینیت (دوئی) کا تصور ہی ختم کر دیا جائے۔ مسلمان فرد اور مسلمان قوم کی کوئی دنیا اس کے دین سے علیحدہ نہیں۔ اور اُس کا دین دنیا کے معاملات اور کشمکش زندگی سے گریز کا نام نہیں۔ دنیا کا ہر کام جو مقررہ خداوندی قوانین و ضوابط کے ماتحت سرانجام دیا جائے وہ دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔ اور دین نام ہی اُس طریق زندگی کا ہے جس میں خدا و رسول کے احکام و قوانین کی اطاعت کی جاتے۔ اسی بنیاد پر مثلاً طبعیات و کیمیا کے قوانین کا علم حاصل کرنا علم دین ہی میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ حصول علم اُن کے محقق و خالق حضرت حق جلّ مجدہ کی ذات و صفات کے صحیح تصور کے ساتھ ساتھ ہو اور اس لئے حاصل کئے جائیں کہ جتنا ان امور کا علم بڑھے گا۔ خفیت و عظمت باری تعالیٰ میں زیادہ پیدا ہوگی۔ دیناً ما خلقت هذا ابداً۔ کی دعا علی بصیرتِ دل کی گہرائیوں سے نکلے گی۔ تشکر و امتنان کا جذبہ بڑھے گا۔ اور تسخیرِ عناصر کے ایسے آلات و وسائل مہیا کئے جائیں گے جن کے ذریعہ سے عبادات خداوندی میں سہولت و کثرت حاصل ہوگی۔ اور خدا کے دین کو غالب کرنے کے لئے خدا کے باغیوں کے مقابلہ میں اُن آلات کو استعمال کیا جاسکے گا۔ پس خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات کے صحیح تصور۔ آخرت کے یقینی وقوع و تحقق اور جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تین بنیادوں پر نئے نظام تعلیم کی عمارت کو استوار کرنے کی ضرورت ہے۔

اور ایسے نظام تعلیم و تربیت کی ترتیب و تشکیل کے لئے یقیناً ایسے ماہرین کی ضرورت ہے جو عصرِ جدید کے تقاضوں اور علوم کو بھی جانتے ہوں۔ اور اس کے ساتھ ان تین بنیادی حقیقتوں پر خود ان کا یقین قوی درجہ میں ہو۔ اور اسلام کے علمی اور علمی خصائص و اوصاف سے وہ کما حقہ متصف ہوں۔ یہ صرف نصاب تعلیم میں کوئی جزئی تبدیلی نہیں کسی ایک کتاب کی جگہ دوسری کتاب یا ایک فن کی جگہ دوسرا فن رکھنا نہیں بلکہ یہ تو تمام نظام میں بڑوں سے لیکر شاخوں تک کی تبدیلی کا معاملہ ہے۔ اس کے لئے مجتہدانہ بصیرت، ثمنانہ فراست اور متقیانہ روشی قلب و نظر کی ضرورت ہے۔ ہمارے موجودہ اکابر حکومت چونکہ ان اوصاف و خصائص سے عاری ہیں۔ اس لئے وہ خود تو اس کام کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اور جو اہل ہیں ان کو کام کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ اس لئے پاکستان کی یہ اہم بنیادی ضرورت پونے تین سال سے یونہی حل طلب پڑی ہوئی ہے۔ اور اب بھی ہمارے سکولوں اور کالجوں میں ہر سال لاکھوں بچوں کو ”قتل“ کیا جاتا ہے۔ اُن کی روح اسلامیّت کھلی جاتی ہے۔ ان کی مشرقی اور اسلامی غیرت و شرافت کو پامال کیا جاتا ہے۔ اہم امتحانات میں کامیاب ہونے کے بعد مملکت پاکستان کے طول و عرض میں وہ نوجوان باہر نکل آتے ہیں جو اب بھی ”فون، نسل، رنگ کے لحاظ سے تو پاکستانی اور خاندانی مسلمان ہیں۔ لیکن دالامشاء اللہ، عقائد و افکار، خیالات و نظریات کے اعتبار سے انگریز یا بلوچ اور روسی ہیں۔ اور یہ فیصلہ آپ خود کر لیجئے کہ یہ حقیقت کتنی دل خواش ہے۔

مولوی تمیز الدین صدیقی کی تقریر
عوام و حکومت کی خاموشی
فدہم نے بھی بار بار لکھا ہے کہ صرف قانون بنانے یا

اس کو نافذ کرنے ہی سے اسلامی زندگی کا پورا نقشہ سامنے نہیں
سکتا۔ بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے کہ عام مسلمان خود بھی اسلامی
قوانین و ضوابط کی پوری پوری پابندی قبول کریں۔ اگر مسلمان خود
اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کے قوانین پر عمل پیرا ہونے
کے لئے تیار نہیں ہوتے تو حکومت جبر و اکراہ اور قانون کی زبردستی
سے ان کو اسلامی زندگی پر یکا حقہ مجبور کرنے سے یقیناً عاجز ہوگی۔
اگر معاشرہ میں کسی قانون کی قبولیت بالکل نہ ہو تو صرف قانون کے
ذمہ سے معاشرہ کو ٹھیک اسلامی معاشرہ بنانا مشکل ہو جاتا ہے
اس لئے ہم بھی بار بار افراد و حکومت سے یہی عرض کرتے رہتے ہیں۔ کہ
اسلامی نظام کی ساری ذمہ داری صرف حکومت پر نہ ڈالو بلکہ خود بھی
اپنے اختیار سے اپنی زندگیوں کو اسلام کے حوالے کر دو۔ اور قوانین
شریعت کی پوری پابندی اپنے اوپر لازم سمجھو۔ لیکن جب ہم اس قسم
کی باتیں عرض کرتے ہیں تو اس کا مقصد یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ہم
معاہدہ بوجہ صرف رہایا کے ذمہ ڈالنا چاہتے ہیں اور صرف افراد
قوم ہی کو پابندی احکام و قوانین اسلام کے ذمہ دار بناتے ہیں۔
ہم اس حقیقت کو بھی غائب جانتے ہیں کہ معاشرہ کو بگاڑنے
اور سلوارنے میں برسر اقتدار طبقہ اور حکومت کو بہت بڑا دخل ہے۔
الغاس علیٰ دین ملو کہ ہمہ بالکل ایک حقیقت ہے۔ اور
عوام یقیناً برسر اقتدار گروہ کے سمجھانات و نظریات کے مطابق اپنی
زندگی کو ڈھالنے کا غیر شجور جذبہ رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر اب حکومت
کی یہ ذمہ داری اپنی جگہ پر مستقلاً ہے کہ وہ ایسے قوانین مرتب اور
نافذ کریں۔ جو عوام کو اسلامی زندگی اختیار کرنے میں آسانیاں پیدا
کرتے ہوں اور ان کو اسلام کی پابندی کا شوق دلاتے۔ اور تمام
دکاوٹوں کو دور کرتے ہوں۔ آج کل پاکستان میں ایک طرف اکثر عوام
کی اکثریت ہے کہ خود اپنی زندگیوں کو اسلامی احکام کے مطابق
ایسی کچھ کوشش نہیں کرتے اور جہاں تک اپنے اختیار کا
تعلق ہے وہ اسلام کے قوانین کو قبول کرنے کے لئے عملاً تیار نہیں

ہوتے۔ اور چاہتے ہیں کہ خود کچھ پابندی قبول کئے بغیر دینی ان کی
زندگیاں اسلامی بن جائیں۔ اور وہ ساری ذمہ داری حکومت پر
ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور جو بھی غیر اسلامی حرکت کسی سے بھی سرزد
ہو جائے سارا الزام حکومت کے ذمہ تعویپ دیتے ہیں۔ حالانکہ
یہ طریقہ بھی غلط ہے۔ دوسری طرف حکومت اور ارباب اقتدار
کا شیوہ یہ ہے کہ وہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو کچھ بھی محسوس نہیں
کرتے۔ الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ
واتوا الزکوٰۃ وامروا بالبحی وف ونہوا عن المنکر اتیت
قرآنی اور دوسرے نصوص صریحہ کی بنا پر یہ ان کا فریضہ تھا کہ
وہ اقامت صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ یعنی اسلام کے روحانی عبادتی
اور معاشی و اقتصادی نظام کو بروئے کار لانے کے لئے فوراً
ہی قدم اٹھاتے اور تمام بھلائیوں اور نیکیوں کی اشاعت و
تبلیغ حکمانہ اقتدار کے ذریعہ سے کرتے اور تمام برائیوں اور بدیوں
کو حکمانہ قوت کے ساتھ روک دیتے۔ ایسے قوانین کی ترتیب
و تدوین اور اجراء و تنفیذ کر دیتے جن کی وجہ سے عام افراد قوم
خود بخود اسلامی زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہوتے۔ اور معاشرہ
کی اصلاح ہو جاتی۔ مگر اب اقتدار نشہ حکومت میں بدست ہر کہ
داد عیش و نشاط دے رہے ہیں۔ اور اسلام کو غالب کرنے کی
طرف نہ صرف یہ کہ کوئی توجہ نہیں بلکہ دن بدن صریحاً خلاف
اسلام امور کا ارتکاب حکومت کے اٹادوں اور ارباب حکومت
کی سرپرستیوں میں کیا جا رہا ہے۔ بالکل ہی عن المعروف اور امر
بالمعروف کا نقشہ آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے۔

صاف فرماتے ہیں کہ حکومت صرف تماشائی کی حیثیت سے نہ رہے۔ بلکہ یہ اس کا فریضہ ہو گا کہ وہ لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلامی نظام کے مطابق منظم کرے۔ اور دوسری طرف عمل یہ ہے کہ حکومت تماشائی بھی نہ رہے بلکہ غیر اسلامی زندگی کی تنظیم میں غیر اسلام کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ یہ محض بدگمانی اور اتہام نہیں واقعات سے ہمارے اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ اور گرد پیش کے احوال دیکھ کر ہر ایک حساس مسلمان یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گا۔

مدارس عربیہ اور امداد حکومت ایک مقام پر ایک مدرسہ عربیہ کے سالانہ جلسہ

کے موقع پر ایک عالم دین نے تقریر فرمائی اور دوران تقریر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ انگریزی دور میں تو مدارس عربیہ کے ساتھ دشمنی اور عناد کا رویہ رکھا گیا۔ اہل نہ صرف یہ کہ علوم دینیہ عربیہ اور مدارس کی امداد نہیں کی گئی۔ بلکہ ہر ممکن طریقہ سے ان علوم و علما اور مدارس کو مٹانے کی کوشش کی گئی۔ اگرچہ یہ سخت جان واقع ہوئے اور ایسی باشوکت و جبروت حکومت کی ان مساعی کے باوجود نہ علما و عہدہ ہوتے اور نہ مدارس عربیہ۔ اب انگریزوں کے چلے جانے اور ”اسلامی مملکت پاکستان“ کے قیام کے بعد ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ اسلامی حکومت ان مدارس عربیہ کی پوری پوری امداد و اعانت کرتی۔ قرآن و حدیث کی تدریس و تعلیم کے ان مراکز کو مضبوط و مستحکم کرتی اور ان مدارس کی نمایاں شان ان کو پوری حیثیت و اہمیت دیجاتی۔ مگر افسوس ہوتا ہے کہ ہماری ”اسلامی حکومت“ کا رویہ اسلامی علوم کے ان مراکز و مدارس کے ساتھ پہلے سے بھی بڑھ کر بے اعتنائی بلکہ بغض و عناد کا ہے۔ اور انگریزوں کی طرح پاکستان کے ارباب اقتدار بھی علوم دینیہ۔ علمائے دین اور مدارس و مکاتب علوم دینیہ کو فروغ دینا نہیں چاہتے۔ دینی اور مغربی علوم کے عام کرنے اور تمام افراد قوم کو ”تعلیم یافتہ“ بنانے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ سیکمیں بنائی جاتی ہیں۔ ماہرین

یا س انگیز حالات میں ارباب حکومت کا کسی پبلک جلسہ میں افراد قوم کو نیک اور پابند اسلام بننے کا وعظ اور مبلغانہ ارشاد کہاں اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اور یقیناً حکومت جب ایسے حالات پیدا کر رہی ہے تو پھر اسلامی زندگی اختیار کرنے کی تبلیغ محض فریب کاری کے سوا اور کچھ نہیں۔ احساس قسم کی فریب کاری کا کاروبار ہمارے ارباب اقتدار ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔ دل میں عزائم و خیالات اور ہوتے ہیں۔ دماغ کچھ اور تدبیریں سوچ رہے ہوتے ہیں۔ اور زبان سے یہ تلقین و تبلیغ ہوتی ہے کہ اسی مسلمانو! اسلامی نظام سے بڑھ کر بہترین اور کوئی نظام نہیں تم حکومت کا انتظار نہ کرو امد قانون پاکستان کی ترمیم و تدوین سے قبل ہی پورے مسلمان بن جاؤ۔ چنانچہ چند روز ہوئے بلوچستان کے مختلف مقامات میں آنریبل ”مولوی“ تمیز الدین خان صاحب صدر دستور ساز اسمبلی نے کچھ اس قسم کی تقریریں کی ہیں۔ ان تمام تقاریر کا سبب یہ ہے کہ اسی لوگوں کو تم اسلام پر عمل کرو۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے قوانین کا انظار نہ رکھو۔ مقصد یہ تھا کہ تم خود عمل کرنا چاہو تو کر سکتے ہو ہم تمہارا ہاتھ پکڑ کر نہ روکیں گے۔ باقی حکومت سے یہ توقع کہ وہ تمہیں اس راستہ پر چلنے کے لئے آسانیاں دیتا فرمائے گی۔ نہیں چاہتے۔ خلاصہ یہ ہر کہ گویا ابھی وہ انگریزی دور حکومت کی طرح کا معاملہ ہے۔ اگر کوئی خود غاڑ پڑھنا اور روزہ رکھنا چاہے تو پڑھے اور رکھے۔ ایسے قوانین نافذ کرنا اور ایسے حالات پیدا کرنا کہ ہر مسلمان نماز و روزہ کی پابندی پر مجبور ہو حکومت کے پروگرام میں داخل نہیں۔ حیرانی ہوتی ہے۔ کہ ایک طرف تو قرارداد مقاصد کی تشریح کرتے ہوئے وزیر اعظم

تعلیم کے مشورے حاصل کئے جاتے ہیں۔ مگر مدارس عربیہ کی امداد عامانت معمولی رقم سے بھی نہیں کی جاتی۔ جب پاکستان کی موجودہ حکومت ہند کی قومی حکومت ہے تو ہم اس سے یہ مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ ضرور مدارس عربیہ کی طرف توجہ کرے۔ اور ان کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے امداد و اعانت کرے۔

چند وزبہد اسی مقام پر ایک اور طلبہ منعقد ہوا تھا جس میں تقریر فرماتے ہوئے ایک دوسرے عالم دین نے فرمایا۔ کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ خلافت راشدہ کے دور سادت کے بعد کسی دور میں بھی مسلمان بادشاہوں اور ارباب اہل دار نے دین کی تبلیغ و اشاعت نہیں کی۔ اسلامی علوم و فنون کو محفوظ نہیں کیا۔ ہمیشہ نیرنگان دین، ادبیات اللہ اور علماء کرام ہی نے خود مشقتیں برداشت کر کے جھوک پیاس قبول کر کے دین کی خدمت کی۔ بادشاہوں نے خود ہمیشہ عیاشیاں کی ہیں۔ یا صرف ملکی اور سیاسی کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ ان کا نظریہ خدمت دین کا کبھی نہیں ہوا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے خصوصاً صوبہ سندھ کی تاریخ پوری تفصیل کے ساتھ سنا کر بتا دیا۔ کہ اب بھی موجودہ اباب حکومت سے یہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ براہ راست دین کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی کام کریں گے یا مدارس کا اجراء کر کے علوم دینیہ کو پھیلانے کی خدمت کریں گے۔ یہ کام اب بھی پیر عال علماء و مشائخ کو خود کرنا چاہئے۔ اور حکومت سے مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ حکومت کا مدرس عربیہ میں دینا اور امداد و اعانت کر کے منتظیل مدارس کو زیر بار احسان کرنا بہت سے مفاسد و فتنوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس لئے انگریزی دھ کی طرح اب بھی حکومت کی امداد سے اجتناب اونی ہے۔

جن لوگوں نے یہ دونوں مختلف اوقات کی مختلف تقریریں سنی تھیں انہوں نے یہی سمجھا کہ وہ واقعہ ایسا نہیں تھا کہ دوسرے مولوی صاحب نے گویا پہلے مولوی صاحب کی تقریر

کی تردید کی ہے۔ اور پھر بعض حضرات نے پہلی رائے کو درست قرار دیا اور تردید کو غلط سمجھا اور بعض حضرات نے دوسری رائے کو پسند کیا اور پہلے مطالبہ کو بے موقع اور نامناسب قرار دے دیا۔ مگر اس بات میں جاری اپنی رائے یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی جگہ صحیح فرمایا ہے۔ پہلی رائے اس لئے درست ہے کہ جب قرارداد و مقاصد کے ذریعہ حکومت پاکستان نے اپنی آئینی حیثیت واضح کر کے ایک اسلامی ریاست کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اور قرآن و حدیث کے قوانین و احکام کی تنفیذ و اجراء کی ذمہ داری اپنے اوپر کھلے الفاظ میں لے لی ہے۔ تو اس کا لازمی اور طبعی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس کا بھی اقرار کر چکی ہے کہ علوم قرآن و حدیث کی اشاعت و ترویج اور ان کے حصول کے لئے مدارس و مراکز کے قیام کا اہتمام بھی حکومت کے ذمہ ہے۔ اب اگر اس عہد و اقرار کے بعد حکومت اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتی اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں حصہ نہیں لے رہی ہے تو قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ اس سے مطالبہ کرے۔ اپنا عہد و اقرار یاد دلائے اور اسے معاف و صاف و آشکار طور سے یہ کہہ دے کہ اپنے فریضہ سے غفلت کیوں ہے؟

اور دوسری رائے ایک تاریخی حقیقت پر مبنی ہے اور یہ تاریخی واقعہ درست ہے۔ کہ ہمیشہ بادشاہوں نے دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام نہیں کیا۔ بلکہ علماء و صوفیاء ہی کی محنتوں سے دین کے باغ کی آبپاشی ہوتی رہی۔ لیکن اس سلسلہ میں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ”ایسا ہوا ہے“ اور ”ایسا ہونا چاہئے تھا“ دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس لئے یہ بات کہ گذشتہ تاریخ میں دور خلا راشدہ کے بعد ایسا ہوا ہے۔ یہ تو درست۔ لیکن ایسا ہونا بھی چاہئے تھا یہ بات درست نہیں۔ بلکہ اس تاریخی واقعہ پر اسلامی نگاہ نگاہ سے ہیں اتنا ہی افسوس ہے۔ اسلام میں ممکن فی الارض اسلئے تو نہیں ہوتا کہ صاحب اقتدار اپنے لئے زیادہ سے زیادہ عیش و نشاط کا سامان مہیا کر سکے۔ بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ قوانین آئینہ

کو زیادہ سے زیادہ نافذ جاری کرے۔ اب اگر ہمارے مسلمان باوجود
نے ممکن فی الارض کے بعد حیثیات کی ہیں اور دین کی خدمت
نہیں کی تو یہ بہت بڑا کام کیا۔ اور موجودہ حکومت پاکستان کو گذشتہ
بادشاہوں کی برائیوں کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اسلام
کے احکام و قوانین کی پابندی کی ضرورت ہے۔ اور اسلام کی
رو سے یہ انکی ذمہ داری ہے کہ وہ دین کی خدمت کرے اور
علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں پوری کوشش سے کام لے
اکثر بادشاہوں نے براہ راست خدمت دین اور مسیح اسلامی
سیاست چلانے سے پہلو تہی کی ہے۔ اور اس کا حوالہ بد
ان کو بھگتنا پڑا ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ ان کے نقش قدم پر
چل کر ہمارے ارباب حکومت کو بھی انجام بد سے دوچار ہونا
پڑے۔ اس لئے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت پاکستان
سے یہ مطالبہ یقیناً درست ہے کہ وہ علوم دینیہ کی کما حقہ
ترویج و اشاعت کرے۔ اور اس کے لئے مکمل تعلیم کا ہی بننا۔
لیکن ہمارے مطالبہ کی صورت ایک جامع مطالبہ کی ہے۔
یعنی ہم یہ چاہتے ہیں کہ عہد و اقرار کے مطابق حکومت
تمام دائرہ میں اور ہر شعبہ زندگی مکمل اسلامی نظام نافذ
جاری کیا جائے۔ اور پھر اس سلسلہ میں نظام اسلامی کے قوانین
و احکام کے علم کے لئے ایک نظام تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس
دینی اور دنیوی تعلیم کی تفریق کے بغیر تمام دنیوی امور کو بھی
دین کے رنگ میں رنگ کر ایک جامع نظام تعلیم کے لئے
مکمل نصاب تعلیم مرتب کر کے تعلیم کا ہی بنادی جائیں۔ اور
پاکستان کے ہر مکتب و مدرسہ، سکول و کالج اور یونیورسٹی سے جو
بھی بڑا فارغ التحصیل ہو کہ نکلے وہ عقائد و افکار، اخلاق و
عادات، اعمال و کردار کے لحاظ سے ایک کامل مسلمان ہو۔ اور
قرآن و حدیث اور فقہ و اصول کا پورا ماہر ہو۔ اور علما اور علماء پورا
مسلمان ہونے کے ساتھ وہ عصری علوم و فنون اور مناسبات میں

بھی بہترین قابلیت کا مالک ہو۔ حکومت سے اصل منوانے کی
چیز یہ ہے۔ باقی صرف اتنا مطالبہ ہم بھی مسیح نہیں سمجھتے
کہ حکومت کا سارا نظام قوجوں کا توں ہو۔ اس کا نظام تعلیم اور
نصاب تعلیم اور مرکز تعلیم و تربیت تو وہی ہوں جو کہ اب ہیں۔ اور
ایسے حالات میں حکومت کسی عربی قومی مدرسہ کو ماہوار یا سالانہ
کچھ امداد دے یا کوئی وزیر و رکن حکومت کسی سالانہ جلسہ میں آکر
کونسی صدارت کو مزین فرمائے یا کوئی تقریر کرے تو یہ صورت یقیناً
مضر اور بہت سے مفاسد و خطرات کا باعث ہے۔ اور حکومت کا اس
طرح دخل ہونا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ ضرر انگیز ہے۔
جب تک حکومت نظام تعلیم میں مکمل انقلاب پیدا کرنے کے لئے
تیار نہ ہوتی ہو اس وقت تک مدارس و کالج بالکل آزاد رکھنا چاہئے
غریب اور متوسط الحال مسلمانوں کا جمع کیا ہوا ایک ایک آنہ زیادہ
موجب برکت و سعادت ہے یہ نسبت اس کے کہ ان ارباب اقتدار
کی طرف سے ہزاروں لاکھوں کی امداد ملے۔ علما و کرام اور مشائخ
عظام کی خدمت میں ہماری درخواست ہے کہ وہ تو کلاً علی اللہ
اب تو اپنی بساط کے مطابق آزاد مدارس کو جس معیار پر بھی چلا
سکتے ہوں چلا تے رہیں۔ اور گرانٹ کا جزئی مطالبہ نہ کریں۔
البتہ اس مہل اور جامع مطالبہ کے لئے سر توڑ کوشش کریں اور
متحدہ محاذ قائم کر کے حکومت کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ اپنی ذمہ
داریوں کو محسوس کر کے قرارداد و مقاصد کے تقاضوں کے مطابق
ایک مکمل نظام تعلیم و تربیت کا انتظام کر دے۔ ورنہ.....

۱۳۴

تہیہ ص - دو شرے جن میں تاویل ہو سکتی ہے لے لینا
دیانت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو مسیح معنی میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے
اور حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و اطاعت ثابت قدم رکھے۔
آمین ثم آمین۔

تعلیمات اسلامی

نماز (الصلوة)

اللہ جل مجدہ مسلمان اور کافر کی پہچان کا معیار فرماتے ہیں کہ کب تک ان ہر دو میں مخالفت و مخالفت رہنی چاہئے۔ اور اسلامی برادری میں کون شامل ہو سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر کافر بظاہر کفر سے قہر کر کے اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں جسکی بڑی علامت نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے۔ تو پھر مسلمانوں کو ان سے تعرض کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو مسلمان اس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ امام احمد اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اگر تارک صلوٰۃ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُسے خوب زد و کوب کرے اور قید میں رکھے حتیٰ میوت او یتوب حتیٰ کہ مرجائے یا توبہ کرے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر بن العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر الصلوٰۃ یوماً فقال من حافظ علیہا کانت لہ نوراً وبرہاناً یوم القیامۃ ومن لم یحافظ علیہا لم یکن لہ نوراً ولا برہاناً ولا نجاة وکان یوم القیامۃ مع قارون وفہعون وھامان وابی بن خلف۔ (ترجمہ) عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے

تارک الصلوٰۃ کیسے وعید | قرآن مجید پارہ ۲۹ سورہ مدثر میں ہے۔ کل نفس بما کسبت سرھینۃ الا اصحاب الیمین فی جنات یلسوا علیہم عن الیحمر یمین ما سلککم فی سقر۔ قالوا لمنناک من المصلین۔ (ترجمہ) ہر شخص اپنے برے کاموں کے بدلہ گرفتار رہیگا۔ مگر اپنی طرف طے باغوں میں ہیں۔ مل کر گنگنا روں سے سوال کریں گے اچی تمہیں دوزخ میں کس نے ڈالا وہ جواب دیں گے ہم دنیا میں نمازیوں میں نہ تھے۔

یعنی جنتی اہل جہنم سے سوال کریں گے کہ کیا بات ہے کہ تم نے دوزخ خود کو لیا ہے۔ اور کونسی چیز تمہاری ہلاکت کا باعث بنی ہے۔ تو ان پر اب میں کہیں گے کہ ہم نے زندگی دنیا میں برے کاموں میں صرف کی اور بارگاہ ربوبیت میں جھکنے کی تکلیف نہ گوارا کی جسکی وجہ سے آج یہ عذاب دیکھنا پڑا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں و اقیمو الصلوٰۃ ولا تکلوا من المشرکین۔ نماز قائم رکھو اور شرک کرنے والوں میں مت ہو۔

ایسے ہی سورہ قہر میں ہے۔ فان تابوا و قاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ فخلو سبیلکم (ترجمہ) اگر تمہارے مخالف، توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو چھوڑ دو راستہ ان کا۔

کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جو نماز پر محافظت کرتا ہے تو نماز اس کے لئے قیامت کے روز دہریں اور نجات کا سبب ہوگی۔ اور جو نماز پر محافظت نہیں کرتا وہ اس کے واسطے نہ نوز ہوگی نہ برہان و بخشش۔ وہ قیامت کے روز بڑے ٹرمے کا فرد اور منافقوں جیسے کہ، قارون و فرعون و یامان و ابی بن خلف کے ساتھ دوزخ میں ہوگا۔ احمد۔

بیہقی۔ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین العبد و بین الکفر ترک الصلوۃ۔ (ترجمہ) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔

پابند صلوٰۃ کے لئے خوشخبری

اولئک ہم الموارثون الذین یترکون الفروض و ہم فیہا خلل ورن۔ سوادہ مومنون (ترجمہ) وہ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو میراث لینگے۔ فردوس جنت کے وارث ہونگے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ مومنین مفلحین کی تعریف فرماتے ہیں کہ جن میں یہ پانچ وصف پائے گئے (۱) خشوع و خضوع سے نماز میں پڑھنا۔ (۲) باطل و لغو اور کلمی باتوں سے علیحدہ رہنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) شہوات انسانی کو قابو میں رکھنا۔ (۵) امانت و عہد کی حفاظت کرنا۔ جنت کے وارث ہونگے۔ اور شنودہی کسی کے حامل ہونگے۔ والذین ہم علی صلاتہم یحافظون۔ اولئک فی جنات مکہ ہون۔ سوادہ الخیر (ترجمہ) اور جو اپنی نماز کی نگرانی رکھتے ہیں۔ یہی لوگ (بہشت کے) باغوں میں غرت سے رہیں گے۔

عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ خمسکم وصوموا شہرمکم وادوا زکوٰۃ اموالکم

واطیعوا اذا امیرکم فدخلوا جنتہ دیکم۔ ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازیں پڑھو اور رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ اور حاکم (حقیقی) کی اطاعت کرو۔ تو اپنے مالک کی جنت میں داخل ہو۔ احمد۔ ترمذی۔

عن ابیہم ہریرۃ رضی اللہ عنہما عن ابیہما جابر عن ابیہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ دلنی علی عمل اذا عملتہ دخلت الجنتہ قال تعبد اللہ ولا تشرك به شیئاً و تحق الصلوۃ للکتوبۃ و تودی الزکوٰۃ المفروضۃ و تصوم رمضان قال والذی نفسی بیدہ لا الاید علی ہذا اثیئاً ولا انقض منه فلما ولی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سترک ان یطرح رجل من اصل الجنتہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سادہ کہنے لگا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسا کام بتا دیجئے کہ جہنم میں لٹکوں جنت میں جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کو پوجے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اور نماز کو قائم کرے۔ اور زکوٰۃ جو فرض ہے دے۔ اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس شخص نے کہا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نہ اس سے زیادہ کروں گا۔ نہ اس سے کم۔ جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ آپ نے فرمایا جو اس بات سے خوش ہو کہ وہ ایک جنتی کو دیکھے تو اسکو دیکھ لے۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الجنتہ الصلوۃ و مفتاح الصلوۃ الطہور۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہور ہے۔ عن ابیہم ہریرۃ رضی اللہ عنہما عن ابیہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہما بیابا احداکم یغتسل فیہ کل یوم خمساً اھل بقی من وزنہ قال فذلک مثل الصلوۃ الخمس محبوا اللہ یمن الخطایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

منتخب القراء

حقوق اور قرآن

(مولانا محمد زاہد صاحب الحسینی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

والدین کا حق

قرآن مجید نے اس حق کو بہت ہی تاکید سے ذکر فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے علم کے ساتھ والدین کی اطاعت کو بھی فرمایا ہے۔ لہذا دنیاوی امور میں ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ان کا نان و نفقہ بھی اولاد سے لازم ہے۔ چنانچہ ارشاد قرآنی ہے۔ ووصینا الانساب بالوالدین احساناً۔ اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی۔ وقضی ربك الاتقیل والا ایالہ وبالوالدین احساناً۔ اور تیرے رب کا یہی فیصلہ ہے کہ اسی کی عبادت کرو اور والدین سے اچھا برتاؤ کرو۔ وصداحمہما فی الدنیا معہم وفا۔ اور دنیا میں ان کے ساتھ بہتر گزارو۔ کر۔ قل ما انفقتم من خیر فللوالدین۔ فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو وہ والدین کے لئے ہے۔

بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ وادخلنا مہیشاق بنی اسرائیل لاتیقیلون الا اللہ وبالوالدین احساناً۔ اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو گے اور والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرو گے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی نافرمانی کو سب سے بڑے گناہوں میں ایک گناہ قرار دیا ہے۔ (نوٹ) (۱) چونکہ تربیت اور پرورش میں والدہ کو والد سے زیادہ تکلیف پہنچتی

ہے اس لئے والدہ کا حق والد سے زیادہ قرار دیا گیا ہے۔ (۲) حقوق (نا فرمانی) کا تعلق اولاد کے رویہ اور برتاؤ کے ساتھ ہے اگر ماں باپ کی طرف سے گناہ کی پہلی بیعت ہو تو جب بھی گناہ لگام نہ لگے گا۔ قرآن کریم نے مسئلہ کا ناسخ کیا

خاوند بیوی کے حقوق

ان ہر دو سطروں کے درمیان تعلق کا ستوار اور خوشگوار ہونا نہایت ہی ضروری قرار دیا ہے۔ خلاف فعلی نے اس تعلق کو لباس سے تعبیر فرمایا ہے۔ من لباسکم وکم وکم لباسکم (بقرة) عورتیں تمہاری پوشاک ہیں اور تم عورتوں کی پوشاک ہو۔ چونکہ مرد اور عورت کے تعلقات اضافی ہیں ہر ایک کا تعلق دوسرے وابستہ ہے اس لئے ان کے حقوق تقریباً مشترک طریقہ پر فرمائے ہیں۔ الہجاء قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض۔ (بقرة) مرد عورتوں سے بہتر ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو ایک پر بزرگی دی ہے۔ ومن آیاتہ ان خلقکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون۔ اور خدا کی نشانیاں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اس تمہاری جنت تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں۔ تاکہ تم ان سکون پاسکو۔ اور تمہارا آپس میں مرد و بیواں پیدا کر دیا۔ بیشک ان میں سوچنے والوں کیلئے کتنی نشانیاں ہیں۔ خداوند کو لازم ہے کہ وہ بیوی کے ہر طرح حقوق کی نگہداشت کرے۔

باب الحديث

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ

یہ توقع رکھنا ہے کہ ان کا فیض ایسا ہی اعم ہو جیسا کہ کھجور کے درخت کا ہے۔ کہ اہل عرب کی تمام حوائج اسی درخت پوری ہوتی ہیں۔ مرفوسہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خوب خود کو۔ مسلمان تحقیقی معنوں میں اُسی وقت مسلمان کہلانیکا مستحق ہے جبکہ اس کا وجود عامۃ الناس کی خدمت کیلئے یا رشاظر ہو۔ نہ بارخاطر بلاشبہ جس شخص کا وجود سوسائٹی کے لئے سودمند نہ ہو وہ درخت بے برگ و بار تہنرم سوختنی ہے۔ واما القاسطون فکانوا لجهنم حطباً۔

اسلام نے اپنے پیروں کو عبادت الہی کے بعد سب زیادہ تاکید شفققت علی خلق اللہ کی فرمائی ہے۔ کہ اپنے بیگانے، اقارب و اجانب، مساکین و یتامی و یمان و مسافر ہر فرد بشر کے ساتھ سلوک کریں۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خیر الناس من ینفع الناس کا مورد و مصداق بنائیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے و اعبدوا اللہ ولا تشركوا به شيئاً و بالوالدين احساناً و بذی القربى والیتیمی و المساکین و الجار المجری و المجار الحنب و الصاحب بالجنب و ابن السبیل و ما ملکت ایمانکم ربہ من الناصر (یعنی) اور اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لونڈی غلام تمہارے قبضہ میں ہوں۔ ان کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔

میں بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان من الشجرۃ الشجرۃ لا یسقط ورقہا و انہما مثل المسلم فخل ثوبی ماہی و فوق الناس فی الشجرۃ البولای قال عبد اللہ و وقع فی نفسی انہما النخلۃ فاستحییۃ کہو نہ وہاں سب بزرگ لگ بیٹھے ہوتے تھے اور میں چھوٹا تھا، بالآخر فرمایا یا رسول اللہ! وہ کو نہ درخت ہے؟ آپ فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

خود کرو۔ اس حدیث شریف میں مسلمان کو کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اسکی وجہ کیا ہے۔ ماہرین علم بقائے کمال تحقیق و تدقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ تمام اشجار میں کامل کھجور کا درخت ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی بڑا بیکار نہیں جاتا۔ اسکی کوئی اسکے پتے اس کا پھل سب مفید و کارآمد ہیں حتیٰ کہ اسکی گٹھلی کوٹ کر ٹھوڑوں کو کھلاتے ہیں جس سے وہ خوب طاقتور چست و چالاک اور فربہ ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث شریف کا مفاد یہ ہے کہ ہر مسلمان پر لازم و واجب ہے کہ ایسا ہی مفید و بابرکت بنے۔ جیسا کہ کھجور کا درخت ہے۔ اسلام اپنے متبعین سے

سیرت فاروقی

(حضرت مولانا محمد اشکور رضا لکھنوی)

تہمید - خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے سورۃ اہاب الہی کا ترجمہ و تفسیر بیان فرما کر عقیدہ قیامت کی اہمیت اور منکر قیامت کی بدترین حالت کو جو اس سورۃ کا موضوع ہے روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سورۃ میں جس شخص خاص کا ذکر ہے وہ ابوہل ہے کفر میں دو شخص بہت شدید اور بڑے باقوت تھے ایک ابوہل جو اسی حالت میں قائم رہا۔ دوسرے سرخرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مشرف بہ اسلام ہوئے اور خدا داد قوتیں ان کی کفر کی تائید میں صرف ہوتی تھیں۔ اب اسلام کی خدمت میں وقف ہو گئیں۔ (مسلم پر)

عظیم الشان ہجرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ دس برس چھ مہینے پانچ دن تحت خلافت کو زینت و اور فخر کی نمازیں ابوہل و جوہی غلام کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ حضرت فاروق کے اسلام کا واقعہ بھی ایک عجیب واقعہ ہے۔ یقیناً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہجرت تھا۔ کئی دن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں مانگ رہے تھے کہ یا اللہ دین اسلام کو عمر بن خطاب عزت دے۔ وہ دعائیں انھی مقبول ہوئیں۔ اور مشیت الہی نے انکو کشاں کشاں دربار نبوت پہنچایا۔

حضرت مولانا شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا مقصد دوم میں اس موقع پر کیسے اچھے اور سچے الفاظ لکھے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

”تدبیر غیب ادا غامی غامی ہی بہ اسلام آورد۔
خوگر نیا پہ خوشی موئے کشانش آرید۔
مراد بود نہ مرید۔ مخلص بود نہ مخلص وستان

نام مبارک عمر لقب فاروق، کنیت ابوہفصہ، نسب آپکا نویں پشت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ نویں پشت میں ایک نام لکھب ہے۔ کعب کے دو فرزند تھے ہشام اور عبدالحی۔ مرہ کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ہدی کی اولاد میں فاروق عظیم بنے۔

ولادت باسعادت آپکی واقعہ فیصل کے تیرہ سال بعد ہوئی۔ عمر آپنے بھی تریسٹھ سال کی پائی۔ نبوت کے چھٹے سال تائیس برس کی عمر میں مشرف اسلام ہوئے۔ بڑے بہاد اور بڑے طاقتور اور بڑے مدبر تھے۔ ان کا مسلمان ہونا دین اسلام کی ترقی کا دیکھ مخنی بہ پھلا قدم تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منصب وزارت پر مامور نہ رہے۔ اور حضرت صدیق نے وزارت کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کا قاضی بھی ان کو بنایا۔ اور بعد حضرت صدیق کے خلیفہ ہوئے۔ اپنی خدمات جیسی خدمت ادا شامت اسلام کی حمیری زبردست فتوحات حاصل کیں۔ یقیناً وہ ایک

بین المرتبتین۔ دریں راہ نیامد تا آنکہ درو
دیوارندایش نکرودند۔ ویرنخان نعمت نہ رسید
تا آنکہ مکر بہر زہانش نخواستند۔

لے گھر سے چلے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
شہید کرنے کی نیت سے لیکن تقدیر الہی نے کچھ اور رنگ دکھایا
جس میں کفر کا سودا سبایا ہوا تھا وہ سراسر اساتذہ اسلام پر جھکنے
کیلئے جارہا ہے۔ مگر اسکو خبر نہیں کہ میں کس لئے جارہا ہوں۔
مختصر واقعہ آپ کے اسلام کا یہ ہے کہ ایک دن ابو جہل کی
تحریروں و ترغیب سے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے
کی نیت سے چلے۔ راستے میں ایک صحابا ملے۔ ان کے تیور دیکھ کر
انکو کچھ شک ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے صاف
کہہ دیا کہ تمہارے پیغمبر کو قتل کرنے کیلئے جارہا ہوں۔ اُن صحابی
نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیجئے۔ آپ کی بہن فاطمہ اور ہنوفہ
نیدھی مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سنکر آپ کے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی
سیدھے اپنی بہن کے گھر گئے اور اپنے بہنوئی کو بہت مارا کہ انکا
سر پھٹ گیا۔ اور دین پر گر کر چاہا کہ ان کا گلا دبا کر انکی زندگی کا
خاتمہ کر دیں کہ راستے میں بہن سامنے آگئیں۔ اور کہنے لگیں
کہ اے بھائی ہم تو مسلمان ہو گئے اب جو تمہارا دل چاہے کرو
یہ سنکر ایک خاص اٹھان کے دل پر ہوا اور اپنے بہنوئی کو چھوڑ کر
بہن سے پوچھا کہ تم کیوں مسلمان ہو گئیں۔ انہوں نے ساری
کیفیت بیان کی اور قرآن مجید کا ذکر کیا۔ حضرت فاروق
اعظم نے قرآن مجید سننے کی خواہش کی۔ انکی بہن ایک درو
لے آئیں جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں حضرت
فاروق اعظم نے چاہا کہ خود ہاتھ میں لیکر پڑھیں۔ مگر انکی بہن نے
اسکو منظور نہ کیا۔ اور کہا کہ اے بھائی اس کتاب کو ناپاک لک
نہیں چھو سکتے۔ اس کے بعد قرآن مجید انکو سنایا گیا۔ سورہ
قلہ کی ابتدائی آیتیں تھیں۔ ان آیتوں کو سنکر ایک انقلاب عظیم

ان کی طبیعت میں پیدا ہوا۔ علامہ باذل شیعہ حملہ محمدی میں
لکھتے ہیں ۵

دانش آشنیدن بسے نرم شد + بہ سودا اسلام سرگرم شد
اسی وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
مشرف باسلام ہوئے۔ مسلمان ہوتے ہی پہلے اسلام کا اعلان
دیا۔ ناسخ التواریخ جو مذہب شیعہ کی معتبر تاریخ ہے۔ حضرت
فاروق کے حسب ذیل اشارہ بھی منقول ہیں جنہیں اپنے اسلام
کا اعلان فرمایا ہے ۵

مالی ارنکم کلکم قیاماً | الکھل والشبلان والغلاما
قد بعثنا اللہ لنا اماماً | محمداً قد اشرف الاسلاما
حقاً وقد یکسر الاصلنا | نذاب عند الخال والاعماما
اس آخری شعر کے مطابق اپنے حقیقی باموں عاصم بن ہشام
کو انہوں نے میدان جنگ میں اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا خاصان خدا
کی زبان سے جو بات نکلتی ہے خدا اسکو پورا کرتا ہے حضرت
فاروق کے مسلمان ہونے کے بعد حضرت جبریل امین مبارکباد
دینے کے لئے آئے اور کہا یا رسول اللہ! قد استلبش اھل
السلوٰت باسلام عی یعنی آسمان طے اسوقت ایک دوسرے
کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خوشخبری سنائے ہیں۔

جب ہجرت کا وقت آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے حضرت ابو بکر صدیق رضی
سفر ہجرت میں رفیق سفر بنکر جان نثاری کا فرض ادا کیا اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہلے پہنچ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
لئے تمام مقامی حالات سے اطمینان حاصل کیا۔ دونوں نے
عدت ادا کیا۔ مگر حضرت صدیق کی خدمت کا موازنہ نہیں
ہو سکتا۔

ہجرت کے بعد تمام غزوات میں ہر کاب سعادت تھے۔
اور نہایت پسندیدہ خدمات کیں۔ اور تمام مشاہد غیر میں معاشر

مدیق کے کوئی ان پر فوقیت نہ پاسکا۔

مناقضوں کے حق میں بہت سخت تھے۔ ایک مناقق کو اس بات پر قتل کر دیا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر مافی نوا اہل ان کے پاس فیصلہ کرانے کیلئے آیا۔

جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کی خاطر سے ہوا ایک مومن مخلص تھے اسکی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو انوں بہت روکا۔ گو اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ وعدہ نماز جنازہ پڑھ دی مگر بعد میں آیت اتری لا تضل علی اهل منہم مات اہل اولائکم علی قبرہ لا ط یعنی ای نبی کوئی مناقق مرجائے تو آپ اسکی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اسکی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں۔

اکثر و بیشتر کسی بات میں اختلاف مائے ہوتا تو وحی آتی حضرت فاروق اعظم کی رائے کی تائید میں نازل ہوتی۔

آپکی خلافت خدا کی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ کا ایک عجیب نمونہ تھی جو جو کمالات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے انکی ذات والا میں پیدا کر دیئے تھے انکے ظہور کا پورا موقع زمانہ خلافت ہی میں ملا۔

ایک ہزار چھتیس شہر مع انکے مضامات کے فتح کئے اور جو مقام قبضے میں آتا فوراً حکم دیتے کہ وہاں مساجد بنائی جائیں۔ اور مساجد میں اللہ اور مومنین کا تقرر فرماتے۔ حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار مسجدیں بچو حتیٰ نماز کے لئے اور نو سو جامع مسجدیں آپ کے زمانہ مبارک میں تعمیر ہوئیں۔

فتوحات کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ مگر ایران کی سب سے بڑی لڑائی قادسیہ ہے جو حقیقت میں ایسی معرکہ

کی لڑائی تھی کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی دوسری فرصت میں غزوہ قادسیہ کے کچھ واقعات بالتفصیل بیان کئے جا دیں گے۔

قرآن مجید کے ساتھ بوشغف آپ کو تھا عقل انسانی اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتی۔ تلاوت کے بڑے وہیں تھے۔ لوگوں سے پڑھوا پڑھوا کر سناتے تھے۔ ان کے ایسا کرنے سے لوگوں میں تلاوت کا شوق بے اندازہ ہو گیا تھا۔ لگاتار میں نماز تراویح کا خاص اہتمام کیا۔ اور تمام صوبوں کے حکام کو فرمان بھیجا کہ اپنے اپنے مقامات میں نماز تراویح کا اہتمام کریں، مدینہ منورہ میں نماز تراویح کے لئے دو امام مقرر کئے ایک مرد و نکی جماعت کیلئے دوسرا عورتوں کیوا سطے۔ آج اسی کا نتیجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت میں حفاظ قرآن کی کثرت ہے۔

تمام ممالک مفتوحہ میں ہر جگہ قرآن فخر کا درس جاری کیا معلم مقرر کئے انکے وظیفہ معین فرمائے۔ خاص عینے میں بچھوئے چھوئے بچوں کی تعلیم کے لئے جو مکتب تھے انکے معلموں کا وظیفہ پندرہ دم ماہوار تھا۔

فوجی لوگوں کے فرائض میں قرآن مجید کی تعلیم بھی داخل فرمائی۔ صوبوں کے حکام سے ہر سال حفاظ قرآن کی فہرست طلب فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت سعد نے اپنی فوج کے تین سو آدمیوں کے نام بھیجے۔ اور حضرت ابوموسیٰ نے صوبہ بصرہ سے دس ہزار نام روانہ کئے۔ اس پر بہت خوش ہوئے اور ان کا وظیفہ بڑھا دیا۔ المختصر بڑی کوشش اور بڑے بیس اشاعت قرآن میں کہیں۔ اسوقت اگر ان سب کو شمشوں کا یا ان میں سے اکثر کا تذکرہ کیا جائے تو بہت طول ہو جائیگا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے علم اور زندگی کے حالات بھی بہت ہیں اگر ان دونوں امور کے متعلق صحابہ کرام پر آپ کی فوقیت کسی کو معلوم کرنا ہو تو حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کے

سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے کُتے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ یہ بہت نرم کپڑا ہے اور واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ میرا درجہ ہی کرتہ اچھا، اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت والوں کا بڑا لحاظ فرماتے۔ اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ صرف تین ہزار درم مقرر کیا۔ اور حضرات حسنینؓ کا پانچ پانچ ہزار مقرر کیا۔ اُسامہ بن زیدؓ کا وجہ اس خصوصیت کے کہ ان کے والد ماجد زیدؓ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنی کیا تھا چار ہزار مقرر کیا۔

حضرت محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مکے میں سے گئے۔ آپ نے مہاجرین و انصار کو تقسیم کئے مگر کوئی حصہ حضرت حسنینؓ کے جسم پر ٹھیک نہ تھا تو آپ نے حاکم میں کو فرمان بھیجا کہ حسنینؓ کے لئے انکے جسم کے مطابق حصے بنو کر بھیجو۔ چنانچہ جب وہ حصے وہاں سے نکل گئے اور حضرت حسنینؓ نے پہن لئے تو فرمایا کہ میں دوسروں کو پہنے ہوئے دیکھتا تھا تو میرا دل خوش نہوتا تھا۔ اب میرا دل خوش ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ یا حسینؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے مگر یہ دیکھ کر کہ دو واہ پر عبداللہ بن عمرؓ بیٹھے ہیں اور انکو اجازت نہیں ملی۔ بغیر اطلاع کئے ہوئے واپس چلے گئے۔ اسکی خبر حضرت عمرؓ کو ہوئی تو آپ نے بلوا بھیجا اور فرمایا کہ اسی میرے بیٹھے! تم کیوں واپس چلے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمرؓ کو اجازت نہ ملی تو ہم کو کیسے ملے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہاری اور عبداللہ بن عمرؓ کی برابری!

آپ کی سیاسی قابلیت بھی دوسرے کمالات کی طرح نمایاں تھی۔ وہ کونسا کمال تھا جو ان میں موجود نہ تھا۔ اور عدالت توان کی ضرب المثل تھی۔

آپ کی شہادت کا واقعہ یا مسلمانوں کے عزت اقبال رخصت ہونے کی غمناک داستان بالا غصہ بیان کیا جاتی ہے۔

دور سال ”ذہب فاروق اعظم“ اور ”تصفوف فاروق اعظم“ کا مطالعہ کرے۔ یہ دونوں سالے اذالۃ الغما مقصد دوم کا بڑے ہیں۔ اور قابل دید ہیں غونے کے طوہر چند حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

بیت المال سے اپنا وظیفہ سب مسلمانوں سے کم مقرر کیا۔ جو آپ کی ضروریات کے لئے کسی طرح کافی نہ ہوتا تھا۔ بیت المال سے قرض لینے کی نوبت آجاتی تھی۔ یہ زیادتی مصارف ان عمارتوں کی وجہ سے ہوتی تھی جو درحقیقت شاہی عمارت ہوتے تھے۔ مگر آپ نے انکی ضیافت ہمیشہ اپنے فے رکھی۔

اپنے آخری وقت میں اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ بیت المال کے اسی ہزار درم میرے اور قرض ہیں۔ میرے بارغ وغیرہ فروخت کر کے یہ رقم بیت المال میں واپس کر دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

کھانے کا یہ حال تھا کہ جس قسم کا کھانا آپ اپنے لئے مقرر کیا تھا اس وقت کوئی ادنیٰ شخص بھی اس کھانے کو بغیر نہ کھا سکتا تھا۔ ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آپ کے پاس آئے جن میں حضرت جریر بن عبداللہ صحابی تھے ان لوگوں سے آپ کا کھانا نہ کھایا گیا۔

بہاں کا یہ حال تھا کہ سال بھر میں بیت المال سے دو سوڑے لیتے تھے وہ بھی کسی موٹے اور کترے کپڑے کے وہ جب پھٹ جاتے تو ان میں پیوند لگا کر پہنتے اور پیوند کبھی چھڑک کے بھی ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شمار کیا گیا تو کُتے میں دونوں شاؤں کے درمیان میں چار پیوند تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ستر پیوند ان کے لباس میں شمار کئے۔ قیام بیت المقدس کے دن میں آپ کا کُتہ پشت کی جانب سے پھٹ گیا تو آپ نے کسی کو دیکھ دھوئے اور پیوند لگا دیے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور اچھے کپڑے کا کُتہ بھی آپ کے لئے بنایا گیا۔ اور دونوں آپ کے

ہو کر گئے اور حضرت عبدالرحمن بن حوف نے آگے بڑھ کر امامت کی اور بہت مختصر نماز پڑھائی۔

مسلمانو! خیال کرنے کی بات ہے کہ اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ پیش آیا۔ مگر کسی نے نماز نہ توڑی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ابو لولؤ نے چاہا کہ مسجد سے نکل کر بھاگ جائے مگر نمازیوں کی صفیں جو مثل بیابان مرموص کے تھیں بیچ میں حائل تھیں۔ لہذا اُس نے ہر صف کے لوگوں کو زخمی کر کے گر کر ایک صف سے دوسری صف میں امداد دہری سے تیسری میں نکلنے کا ارادہ کیا ملتے میں سلام پھر گیا۔ نماز ختم ہو گئی۔ اور وہ گرفتار کر لیا گیا جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار کر لیا گیا تو اس اسی خیر سے اپنے آپکو ہلاک کر لیا۔

نماز ختم ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ کو لوگ مسجد کو اٹھا کر لائے۔ ذرا ہوش آیا تو فرمایا کہ مجھے نماز پڑھاؤ جسکی نماز جاتی رہی اس کا ایمان ہی نہیں۔

حالت قرع میں ایک شخص کی ازار ٹخنوں سے نیچی دکھائی تو فرمایا کہ ازار ٹخنوں سے اونچی رکھو۔ اس میں کچھ بھی صاف نہ تھا ہے اور خدا کی اطاعت بھی ہے۔

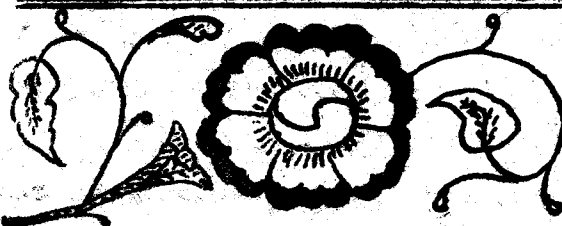
۱۲ ہجری کو بروز چہار شنبہ زخمی ہوئے اور پانچویں من یکم محرم کو بروز یکشنبہ ہجرتیٹھ سال اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ اور خاص اسی روضہ مقدسہ میں جو سید الانبیاء علیہ السلام اور ان کے رفیق صدیق کی آرامگاہ ہے جائے استراحت پائی۔ جزا لا اللہ تعالیٰ عود الاسلام و اہلہ علیہم الخیراء +

یقیناً حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت اسلام کے اُن مصائب میں سے ہے جن کی تلافی نہ ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ اسلامی فتوحات کا پرچم ساری دنیا پر لہرا رہا تھا۔ کفر کی بڑی بڑی طاقتیں زیر و زبر ہو چکی تھیں۔ جب حضرت عمر فاروقؓ اپنے آخری حج سے واپس آئے ہوئے وادی حقیق میں اپنی چادر بطور تکیہ کے سر کے نیچے رکھے ہوئے لیٹے تھے چاند کی طرف بونظر کی قواسمی روشنی اور دندیر آپ کو اچھی معلوم ہوئی فرمایا کہ دیکھو ابو براء میں یہ کڑو تھا پھر پڑھتے پڑھتے پھاڑا تھا۔ اور اب پھر گھٹنا شروع ہو گا۔ یہی حال دنیا میں ہر چیز کا ہے۔ پھر دعا مانگی کہ اے اللہ میری رحمت بہت بڑھ گئی۔ اور اب میری قوت ضعیف ہو گئی۔ خداوند اقبال اس کے کہ قرآنِ خلافت کے ادا کرنے میں مجھ سے قصور تو مجھے دنیا سے اٹھائے۔

اس کے بعد مدینہ منورہ میں پہونچ کر اپنے خواب دیکھا کہ ایک سرخ مرغ نے آپ کے شکم مبارک میں تین چوئیں ماری ہیں آپ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا اور فرمایا کہ اب میری موت کا وقت قریب ہے۔ اس وقت سے یہ دعا بار بار آپ کے ہر زبان تھی۔

اللہم اذقنی شہادۃ | اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں
فے سبیلک | شہادت عطا کر۔ اور اپنے رسول
موتے پبیلک | کے شہر (یعنی مدینہ) میں مجھے
سما سئلک | موت دے۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک روز حسب معمول بہت سویرے اندھیرے میں فجر کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے۔ نمازیوں کی صفوں کے درست کرینکا آپ حکم دیا۔ جب صفیں درست ہو گئیں تو آپ نے نماز شروع کی۔ ویسے ہی تشریف لے کر کہ کہ ہاتھ باندھے تھے کہ ایک مجوسی غلام ابو لولؤ جو ایک زہر آلود خیرے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا بیٹھا تھا اس نے آپ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اسی خیر سے لگائے۔ آپ بیہوش



تذکرۃ الطبع

استاذ اہل حضرت مولانا غلام محی الدین بگوئی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ نور حیات رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں استاذ اہل غفر اللہ عنہ
 رأس الفقہاء والمفسرین سید العلماء امام العارفین محبوب رب العالمین ہند
 للموحدين حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین صاحب قدس سرہ وغیر
 کی ولادت ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی بشارتوں کی بناء پر محی الدین رکھا
 گیا۔ خدائق الحنفیہ میں لکھا ہے کہ آپ کے والد محترم آپ کو اپنے دوسرے
 فرزندوں زیادہ پیار کرتے اور اکثر اوقات اپنے پاس رکھتے چنانچہ
 ان کا قول ہے کہ میں نے ایک رات سحر کے وقت دریا کے کنارے
 پر نماز تہجد پڑھنے کا ارادہ کیا، اور اپنے اس (بچے) یعنی آپ کو
 بسبب پیار کے اپنے ہمراہ اٹھا لیا۔ اور دریا کے کنارے پہنچا جاکر
 اسکو ڈال دیا۔ اور خود وضو کر کے نوافل میں مشغول ہوا۔ میرے اہل
 اس کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔ اہرات اندھیری تھی کسی قدر دیر کے
 بعد مجھ کو یہ خیال گذرا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی درندہ لڑکے کو اذیت پہنچا۔
 جب میں اس کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید ریش
 مبارک شہدادی اسکو اپنی گود میں لے بیٹھا ہے۔ میں اسکو خضر سمجھ
 کر کہا کہ آپ اس لڑکے کے حق میں دعا کریں۔ کہ عالم باطل ہو جائے
 جواب دیا کہ یہ ازل سے ہی عالم باطل ہے۔ اہا اس سے لوگوں کو
 بہت فائدہ ہوگا۔ یہ کہتے ہی آنکھوں سے غائب ہو گیا۔

ولادت نہ ہندوستان میں اسلامی حکومت کا پرچار دہلی میں
 ٹٹھار ہاتھا۔ صدیوں کی اسلامی شان و شوکت ظالم مرثیوں اور سکھوں
 کے دست ظلم سے پامال ہو چکی تھی۔ صوبہ پنجاب میں سکھوں کا زور تھا۔
 غانا جماعت اودھ کے جبرگرو کا جاتا تھا۔ مساجد منہدم ادا نامہ اسلامیہ
 کو برباد کر دینے کے ذریعہ اختیار کئے جاتے تھے۔ جماعت مصلحاء و علماء کی ایک
 کثیر جماعت ترک وطن اختیار کیا۔ ہرالت وادبار کی گھٹا پور طور پر ہلاکیوں
 پر مسلط تھی۔ بظاہر کوئی فتور فلاح اور مسود کی نظر نہیں آتی تھی۔ دنیا
 ایک مجدد ملت اور مصلح واد کی انتظار میں چشم براہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی
 رحمت کا ملنے ایک گنام موضع بگہ ضلع جلم کو یہ شرف عطا فرمایا۔ کہ
 دہلی کی خاک پاک سے ایک خاندان ظاہر ہوا جس نے علم و عمل کی روشنی
 سے خطہ پنجاب کو منور کر دیا۔ جس کے فیض سے ہر کہ وہ میراب تھا
 تشنگان نور ہدایت و علم ملک کے ہر گوشہ سمٹ کر آئے۔ اور اس چشمہ سے
 سیر ہو کر گئے۔ ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہا جہاں کے لوگ بالواسطہ و بلا
 واسطہ اس فیض سے محروم ہوں۔ سکھوں کی جاہر حکومت بھی روحانی
 اثر و اقتدار کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اور نجیت سنگھ کے عہد میں
 مسلمانوں کو اذان اور نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت دی گئی اور
 پھر تشدد کی زد ترک گئی۔ روز دوشنبہ محرم ۱۳۱۰ھ میں سید العابدین

سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔
 تاریخ اخصیص ہو نیکی بعد شاہ اسحاق صاحب آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز
 صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔ حضرت شاہ صاحب
 آپ سے علم حدیث میں بہت سے سوالات کئے۔ جن کے جواب آپ نے
 ایسے عمدہ دیئے کہ شاہ صاحب نے غایت فرح اور سرور کے
 عالم میں انکو گلے سے لگایا۔ اور علم حدیث کی سند دیکر عارفی
 اور نصیحت کی کہ وطن میں واپس جا کر کوئی ایسی بات نہ کرنا جس
 سے مسلمانوں میں تفرقہ پڑے۔ انشاء اللہ تمہارے ذریعہ مخلوق
 کثیر مستفیض ہوگی۔

بعیت: مردہلی میں آپ نے مجدد مائتہ الثالث عشر حضرت
 قیوم زمان مولانا شاہ غلام علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ
 پر بیعت کی۔ اور قادریہ مجددیہ سلوک حاصل کیا۔ اور حضرت شاہ
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ترقی خلافت حاصل کر کے مجاز ہوئے
 اشاعت علوم دینیہ کے لئے۔ حضرت حافظ اور حیات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال
 ہو چکا تھا۔ آپ ان کی جگہ مسند درس و ارشاد و افتاء پر متمکن ہوئے
 علم کے اس خیمہ سے سیراب ہونے کے لئے صد ہا کوشش طالعابان
 علوم دینی چلے گئے تھے۔ بگہ شریف کا چھوٹا سا گاؤں استفادہ پر
 دائرہ عمل کے لئے کافی نہ تھا۔ جہاں راجہ بخت سنگھ کے وزیر فقیر عزیز
 الدین بگہ شریف حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے الحاج و زاری سے شہر
 لاہور میں سکونت اختیار کرنیکی درخواست پیش کی۔ حضرت استاذ
 اہل حق نے بگہ شریف کی مسند اپنے چھوٹے بھائی مولانا احمد دین کے
 حوالہ کی۔ اور بیس سال لاہور مسجد حکیم میں علم حدیث کا درس یا فقیر
 عزیز الدین مرحوم نے فقیر خانہ تعمیر کرایا جس میں طلباء کی رہائش و دیگر
 ضروریات کا عمدہ انتظام کیا۔ ہزار ہا تالکان علوم عربیہ نے اس حق منہ فقیر
 سے اپنی پیاس کو بجھایا۔

خلل صحت خلق، مرآپ کی روحانی توجہ سے ہزار ہا بیمار گان خدا

تعلیم و تربیت: مرآپ کے ہم عمروں کی روایت سے مشہور ہے
 کہ آپ حالت صغر سنی میں لوگوں کے ساتھ نہ کھیلتے اور اکثر خاموش
 رہتے۔ اور لوگوں کو ہدایت کرتے رہتے تھے۔ اور آپ کا خوف و عجب
 ہم پرستوں میں رہتا تھا جب آپ چار برس چار ماہ کے ہوئے تو آپ کو
 حافظ حسن کے پاس لیجا کر قاعدہ شروع کرایا گیا۔ حافظ حسن صاحب
 کامل بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی زبانی روایت ہے کہ میں لوگوں کے
 حق میں بڑا جبار تھا۔ مگر انہوں نے مجھ سے کبھی مار نہیں کھائی مگر
 میں خاموش بیٹھ رہتا تھا۔ اور مجھ کو خیال ہوتا تھا کہ ان کو سبق
 یاد نہ ہوا ہوگا۔ مگر جب میں کہتا کہ سبق سناؤ تو فوراً سبق سناتے۔
 اپنے ہاتھوں سے عرصہ میں قرآن شریف کر لیا تھا۔ مگر حفظ نہیں کیا تھا۔
 لیکن چونکہ آپ بڑے خوش آواز تھے اس لئے جب رمضان آیا تو لوگوں
 نے داخل میں آپ قرآن شریف سنائی کی درخواست کی۔ اس پر آپ نے
 اپنے والد محترم کی خدمت میں درخواست کی کہ اگر آپ میرے ساتھ
 ایک پارہ روزہ کر لیا کریں۔ تو میں قرآن مجید سناسکوں گا۔ چنانچہ
 ماہ رمضان میں آپ قرآن مجید بھی یاد کر لیا۔ اور داخل میں سنا
 بھی دیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ تمام دن میں یاد کیا کرتے تھے۔
 فرمایا نہیں۔ صرف وقت چاشت تک ایک پارہ حفظ ہو جاتا تھا۔
 اس طرح آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ پھر
 آپ نے علم پڑھنا شروع کیا۔ صغر سنی میں آپ کی ذکاوت و کھچک
 علمائے پنجاب کہتے تھے کہ اس لڑکے کو پنجاب میں کوئی شخص
 تعلیم نہیں دے سکتا۔ ۱۳۹ھ میں علم کی پیاس میں آپ صلیبے چھوٹے
 بھائی مولانا احمد دین بگہ کی رحمۃ اللہ علیہ کے دہلی محیطروف روانہ ہوئے۔
 مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی۔ اور
 دسواں پارہ حفظ کرتے تھے۔ مگر دہلی پہنچنے تک انہوں نے بھی قرآن
 حفظ کر لیا۔ آپ بارہ برس دہلی میں رہے۔ اس عرصہ میں اگرچہ دو دو
 بھائیوں نے علم مقبول و مستفول متفرق علماء سے پڑھا۔ مگر حدیث
 کو مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ اور اسکی

باغباں جھٹے۔ سکھوں کی جابر و ظالم حکومت کے خیال نے بھی ظلم و جبر سے ہاتھ روک لیا۔ ہمارا راجہ رنجیت سنگھ آپ کا سچا معتقد تھا۔ ہمارا راجہ نے بہت بڑی جاگیر پیش کی۔ مگر سلطان ولایت تسلیم و رضا نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔ علم و معرفت کے چشمہ سے سیراب ہو کر ملک طول و عرض میں آپ کے تلامذہ نے مسلمانوں میں اپنی بیاد پیدا کی۔ آپ کا رعب اس قدر تھا کہ لاہور سے بگہ شریف کی طرف روانگی کی خبر صد ہا کوس تک فوراً پہنچ جاتی تھی۔ راستہ کے تمام علاقوں میں مساجد آباد ہو جاتی تھیں۔ اور لوگ احکام شریعت کی پابندی میں منہمک ہو جاتے۔ مجھے تو دے دیئے جاتے تھے میرا آباد اور داسے دیران ہو جاتے تھے۔ آپ کے ہاتھ پر ہزار ہا چھوٹ مسلمان ہوتے۔ مسلمانوں کو یہ بات عجیب معلوم ہوتی۔ وہ اچھوتوں کو مساوی حقوق دینے سے پس پیش کرتے تھے مگر آپ کے زبردستی اقتدار کے سامنے بڑے بڑے فرعون کے سر جھک گئے۔ اب تک علاقہ گوجر دہار میں ایسے گیت مشہور ہیں جن میں چاروں مسلمان ہونے اور بگہ شریف کے حضرات کی تشریف آوری کا ذکر فخر سے کیا جاتا ہے۔ اور چاروں کو مساوی حقوق ملنے پر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک موقع میں حضرت استاد اکل شریف نے گئے۔ وہاں دعوت طعام کے موقعہ پر آپ نے نو مسلم چاروں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اہل دہ حیران رہ گئے۔ اور مخالفین نے آپ کو بھی چار کا خطاب دیا۔ حضرت ممدوح نے مخالفین کے اس طعن کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اصلاحی و تبلیغی کام کو جاری رکھا۔ اُس حمد کے مصلح عظیم کے ذریعہ کم و بیش ایک لاکھ آدمی حلقہ گمش اسلام ہوئے۔ اور مسلمانان پنجاب میں دینی اخوت، مساوات اور جمعیت اسلامی کی نئی لہر پیدا ہوئی۔

علم حدیث کی اشاعت میر پنجاب کے علما کو حدیث کی طرف رغبت نہ تھی۔ سب سے پہلے حضرت استاد اکل نے علم

حدیث کی اشاعت کی۔ آپ کے حلقہ درس میں کابل کے شہزادے پنجاب و نیگال۔ دہلی۔ راجپوتانہ۔ سندھ و عرب و عجم کے مدد باطلاب علم موجود رہتے تھے۔ جس قدر انتشار علم حضرت استاد اکل اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا احمد دین کے ذریعہ پڑا ہے کسی دوسرے سے نہیں پڑا۔ ہزار ہا آدمی صرف بھائی سے لیکر اعلیٰ علوم تک ان سے فارغ التحصیل اور فیضیاب ہوئے۔ آج ہندوستان میں علمائے دیوبند کا پرچا ہے۔ مگر آج سو چالیس سال پہلے پنجاب کے تمام علماء اسی نامور خاندان کے ساتھ اپنا تعلق شاگردی ظاہر کرنا فخر سمجھتے تھے۔ پنجاب میں کوئی صاحب علم ان کی شاگردی سے بے ہوش نہ تھا۔ کوئی بالذات اور کوئی بالواسطہ ان کے تلامذہ میں منتخب تھا۔

تلامذہ ہم آپ کے شاگردوں کی تعداد کئی ہزار ہے۔ کم و بیش دو ہزار اشخاص نے آپ سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ کے مشہور اور نامور شاگردوں میں سے مولانا نور الدین صاحب مرحوم چکوتی شریف۔ مولانا شاہ محمد صاحب مرحوم فیروز پوری۔ مولانا غلام رسول صاحب مرحوم ساکن قلعہ میہاں سنگھ۔ زیادہ مشہور ہیں۔ بیرون پنجاب اور ممالک غیر کے شاگردوں کی کثیر تعداد کے اسماء معلوم نہیں ہو سکے۔

بیماری اور وفات۔ آخری عمر میں آپ پر سحر کیا گیا جسکی وجہ سے اعضاء مسترخ ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ ۳۳ سالہ میں بگہ شریف میں تشریف لائے۔ اور اپنی عمر کے آخری گیارہ سال ہیں بسر کئے۔ باوجود علالت کے تدریس و تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر کار مورخہ ۳۰۔ شوال ۱۳۳۵ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت ۱۸ سال کی تھی۔ وفات سے تین روز پہلے صاحبزادے صاحب ممدوح نے عرض کی کہ فلاں شخص کہتے ہیں کہ اب بگہ شریف کے خاندان کا خاتمہ ہے۔ اب ان میں کوئی بالکمال انسان پیدا نہ ہوگا۔ آپ کی

بقیہ مکہ بر..... وعاشروہن بالمعراج۔ اور نبوی کے ساتھ معقول طریقہ پر گزارہ کرو۔ فالصالحات قانت حقیقت للغبیب۔ تو نیک عورتیں فرما کر دار ہوتی ہیں۔ اور غائبانہ نگہبانی کرتی ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اس بارہ میں جامع طور پر یہ ہیں کہ تم میں سب بہتر وہ ہے جو اپنی مویوں کیلئے زیادہ بہتر (ترمذی۔ ابن ماجہ)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنوری خطبہ میں فرمایا۔ مودوں کے بلے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ تمہارے بستر کو کسی سے نہ روندوائیں۔ (مسلم شریف)

جو عورت خاوند کی بلا اجازت گھر سے نکلتی ہے اس پر دایہی تنک اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

زندگی میں ہی ہمیں نالائق ہونے کے طعنے دیے جاتے ہیں۔ آپ کے بعد معلوم نہیں ہمارا کیا حال ہوگا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام بستر مرگ پر یہ کلام سن کر مسکرائے۔ اور اپنے جلیل القدر صاحبزادے کے قلب پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ میرا خدا میری اولاد کا محض فطس ہے۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب فرماتے تھے کہ اس انگلی نے وہ اثر کیا کہ اس کی کیفیت زبان سے ادا نہیں ہو سکتی۔ رات کو خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس قدر اعلیٰ عالمیہ کی بات ہوئی کہ اس کا فضل تمام مشاغل حال رہا۔ آپ کے انتقال کی خبر بجلی کی طرح ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچ گئی۔ عرب وریل اور دور دور تک ذرا بچ محل و نقل نہ ہو نیکی باوجود ہزار ہا اشخاص نے نماز جنازہ پڑھا۔ اسی موقع بکھر شریف میں ہی دفن کیے گئے۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۱۱ سال کی تھی۔ اور ابھی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے۔ ۱۰۰ تاریخ وفات۔ نور شہید عالم نو دہے۔ آپ نے ۱۱ سال کی عمر میں وفات پائی +

عظمت کعبہ

زمین سے آسمان تک غلطہ ہے اسکی عظمت کا ہزاروں سال تک مرکز رہا ہے یہ نبوت کا۔ میں سے نور چکا ہر طرف انوار رحمت کا نصب آکر ہوا پتھر پساں پر قصر ملت کا یہاں دل مطمئن ہوتا ہے ہر اہل بصیرت کا سدا یہ کعبہ وقیلہ رہا ہے اہل ہمت کا تجربہ کر چکے ہیں کہنے والے اس حقیقت کا خدا ہوتا ہے اس پر باعث صد غرمت کا سروں پر چھار رہا ہے گرجے اپنے دعوہ نہت کا نہیں بھوسے ہیں اس تک عزم کی حفاظت کا

ازل سے تا ابد مرکز ہے یہ تبلیغ وحدت کا! یہ وہ گھر ہے کہ جس کی پاسبانی کی ہے نبیوں نے فرج اللہ اسمعیل کی عظمت کا مدفن ہے! یہاں کی خاک پر تمہیل کی قصور رسالت نے یہاں پر روح کی تسکین کے سامان ملتے ہیں ملائک پاسبان کعبہ اقدس ہمیشہ ہیں مثانا جس نے چاہا ہے اسے خود مٹ گیا ہے وہ محبت کعبہ اقدس ہمارا جزو ایساں ہے ترقی پر ہے روز و شب اگر چہ انتشار اپنا مگر کعبہ کی عظمت سے جمائے دل نہ ہوں

اسلامی واقعات کی ایک جھلک

(مختار و مشرف صاحب صبحی دھلوی)

(سلسلہ اشاعت ماہ جون ۱۹۷۷ء)

اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے بے چین ہو کر پوچھا۔ بیٹا! کیوں خیر تو ہے۔ تم بہت پریشان اور متفکر گھبراتے ہوئے سے معلوم ہوتے ہو۔ کیا دکھ ہے؟

دو چار لمحے تو بالکل خاموشی رہی۔ نوجوان اپنا سر کیڑے بیٹھا رہا۔ کچھ نہ بولا۔ بولتا کیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ اپنے گھر والوں کے سامنے کس طرح اپنی کمائی سنائے۔ اپنے غم کی داستان کن الفاظ میں شروع کرے۔ بوڑھی ماں اور بوڑھا باپ دونوں منہ کھولے بیٹے کی صورت تک رہے تھے۔ ان کے لئے یہ لمحے قیامت کی گھڑیاں تھیں۔ یہ عمر بھر میں پہلا موقع تھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی پیشانی پر پریشانی کے آثار اور اس کے تیور میلے دیکھے۔ اور اس لئے ان کا کلیجہ منہ کو آنے لگا کہ ہونہ ہو کوئی بڑا سنگین معاملہ ہے۔

نوجوان نے بالآخر گردن اٹھائی اور جرات کر کے بولا۔ اٹاں، پیاری اٹاں! جب میں چھوٹا سا تھا تو آپ ہلکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے مسلمانوں کی بہادری اور بے جاگری کے قصے سنایا کرتی تھیں۔ وہ بڑی بڑی سختیاں برداشت کرتے، مصیبتیں سہتے، لیکن کبھی ان کی زبان پر شکایت نہ آتی۔ ہر تکلیف کو خدا کی طرف سے سمجھتے۔ اور نہایت مہنسی خوشی و فدا و قدر کے آگے سر جھکا دیتے۔ بڑے بڑے خطرات میں ڈر کر بھی ان کا دل نہیں جھجکا۔ ان پر خوف طاری نہیں ہوا۔ راتوں کے میدان میں انہوں نے ایسی ایسی جانبازی کے کام

خدا کے روبرو جانے سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اپنے محاطات اس کے بندوں کے ساتھ درست کر لیتا۔ اس کا گھر بہت دور تھا۔ رات اور دن وہ برابر چلا گیا۔ دولت کم تھی حقوق العباد سے سبکدوش ہو کر قصائے آسمانی سے دوچار ہونے کی جلدی۔ اس لئے جس قدر تیرا اس کے قدم رستہ طے کر سکتے تھے اُس لئے فتنوں سے بچنے کی۔ اور آخر کار مارا مارا گھر ہو چکا گیا۔ سب گھر والے بچے بوڑھے خوش ہو گئے۔ کسی کا بیٹا تھا تو کسی کا بھائی۔ کسی کا باپ تھا تو کسی کا شوہر۔ اس کے ننھے ننھے بچے دوڑے کوئی ٹانگوں کو آلیٹا تو کوئی ہاتھ پر لٹک کر کھینچ کر لگا۔ منہ سے منہ ملائے دیتے تھے۔ ایک دوسرے کو دھکیل

رہا تھا کہ باپ پہلے مجھے پیار کرے۔ بیوی اور ضعیف والدین بیٹے بیٹھے مسکراتے اور پھوپھے نہ سماتے۔ یہ دیکھ کر کہ ان کے گھر کی رونق آگئی۔ بڑھیا ماں نے بڑھ کر اپنے بیٹے کی پیشانی پومی۔ بیوی کی آنکھیں اپنے شوہر کا دل ٹٹول رہی تھیں۔ یہ محبت اور خوشی کا جھان افسوس دیر پا نہ تھا۔ چند منٹ میں دھوپ کچلا گئی۔ نوجوان کے چہرے پر ایک غیر معمولی اضطراب اور غم کی علامتیں نظر آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کوئی اندر سے اس کا کلیجہ موس ہا ہو۔ نا سمجھ بچے تو اس چیز کو کی محسوس کرتے مگر بڑے ناگفتہ۔ ان کا اٹھا ٹھنک گیا۔ انہوں نے جان لیا کہ بالکل خیریت نہیں ضرور کوئی بات ہے۔ ماں دوسروں سے زیادہ مشکوک تھی۔ آخر

کہتے ہیں کہ دنیا بھرت میں رہ گئی۔ موت کے منہ میں کود پڑنے سے نہیں چو کے۔ کیونکہ وہ ان سب باتوں کو اللہ کا حکم اور اللہ کی مشیت یقین کرتے تھے۔ انہیں کسی قسم کا خوف تھا نہ مرنا ان کے لئے کوئی ڈرنے کی چیز تھی۔ بلکہ موت کو دربار الہی میں پہنچنے کا دروازہ سمجھتے تھے۔ پیاری اماں! کیا یہ تمام باتیں مجھ سے نہیں کہی ہیں؟

نوجوان اپنی رو میں یہ کہہ رہا تھا اور بوڑھی ماں بول رہی تھی۔ دو دنوں پہلے سانس رو کے سن رہے تھے۔ ان کے دلوں کی بے چینی کا کیا پوچھنا ہے۔ آنکھیں اپنے ذہن نظر کے ہونٹوں پر جمی ہوئی تھیں۔ داغ طرح طرح کے پریشان خیالوں سے بھر جاتا تھا۔ بڑے بڑے وہم آتے اور وہ کانپ کانپ لٹھکتے۔ بیٹے کا ان باتوں سے کیا مطلب ہے۔ کس مقصد کی یہ تمہید ہے؟ وہ سمجھنے کی کوشش کرتے اور کچھ سمجھ میں نہ آتا۔

ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد نوجوان نے پھر کنا شروع کیا۔ اچھا تو میری پیاری اماں! آپ اسی طرح کی باتیں مجھے اکثر سنا کرتیں۔ اور یہ بھی کہ مسلمان مائیں اور مسلمان باپ کس طرح صبر و استقلال سے کام لیتے۔ جہاد کی صدا پر لبیک کہہ کر وہ اپنے پیارے بیٹوں کی رو میں کو بیدار کرتے اور انہیں تمام خطرات سے بے جگر مقابلہ کی تلقین دیتے۔ اگلی یا موت حازی بننا یا مرنا۔ زندگی بھر ان کا مقولہ یہ رہا کہ قول اور بیانی کا فعل تھا۔ اب سنو وہ وقت آگیا ہے کہ ہمارا اسلامی جلیبہ آدمائیش کی کسوٹی پر کسا جائے۔ ہماری اسلامی غصومیت بروئے کار آئے۔ آپ سننے کے لئے تیار ہو جائیں اگر اپنی اسلامی شان قائم رکھ کر سنیں۔ اور میں آپ کہتا ہوں.....

ضعیف العمر والدین بڑی سے بڑی خبر انتہائی دیرری کے ساتھ سننے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے بیٹے کو یقین دلایا کہ تم واقعہ بیان کرو۔ ہمیں دیا ہی صابر اور

اسلام کا فدا فی پاؤں گئے جیسا تم نے انگوں کو سنا ہے۔ ہم سے اسلام کی روایات کے خلاف کوئی بات انشاء اللہ سرزد نہیں ہوگی۔ نوجوان نے اس کے بدلے ادھر بیٹھا ہوا سارا قہقہہ سنایا۔ کہ کس طرح نخلستان میں وہ سو گیا۔ سو رہا تھا کہ باغبان نے اس کے اونٹ کو مار ڈالا۔ غصہ نے اسے آپ سے باہر کر دیا۔ اور کس طرح غصہ میں اندھا ہو کر بوٹے سے باغبان کی موت کا باعث ہوا۔ پھر قاتل کی حیثیت سے خلیفہ کی عدالت میں پہنچا۔ مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ اور قصاص میں موت کا فتویٰ لگا۔ پھر اس نے کس طرح خلیفہ سے اپنے قرضخواہوں کو مطمئن کرنے کی دلت مانگی۔ کس طرح وہ ضمانت پر رہا ہوا۔ ایک اجنبی شخص اس کی زبان پر اعتبار کر کے کس طرح ضامن بنا دیا وغیرہ۔

نوجوان (سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے) اور اس وقت میں آپ کے پاس موجود ہوں۔ میں آؤں گا۔ لیکن رہنے کے لئے نہیں۔ میں آپ لوگوں سے ملنے بھی نہیں آیا۔ چہ جائیکہ آپ مجھ کو اپنا بیٹا سمجھیں اور اپنے رنج و غشی میں شریک ہونے کی توقع رکھیں۔ میں دو چار گھنٹے میں آپ سے رخصت ہو جاؤں گا۔ یہ اتفاق میری آخری ملاقات ہے۔ خدا نے ایک موقع اپنی قدرت سے نکال دیا۔ کہ مجھے آپ کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ وہاں بیویوں کو بلوائی سمجھتے جن کے مجھ پر قرضے ہیں۔ جلدی کر رہے ہیں۔ مجھے صرف اتنی ہی دلت ہے کہ ان کا بوجھ اتار سکوں مجھ کو مقررہ وقت پر واپس پہنچنا ضروری ہے۔

نوجوان کی زبان سے اتنا سنتے ہی یہ معلوم ہوا کہ دونوں بوڑھوں پر سکے کا عالم طاری ہو گیا۔ سن ہو کر رہ گئے۔ منہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ ان کے جھریاتے ہوئے چہروں پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔ چند منٹ تک دونوں کے ہوش درست نہیں ہوئے۔

ماں (بمشکل ضبط کر کے) اللہ کی مرضی۔ اسکی مشیت میں

کیا دخل ہو اس نے لکھ دیا لکھ دیا۔ اور تم کو اپنا قول پورا کرنا لازمی ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ ایک مسلمان ماں کا بیٹا اپنی جان بچانے کے لئے اپنے قول سے پھر گیا۔ وہ جھوٹا نکلا۔ اور دھوکا دیکر اس نے اپنی جان بچا لی۔

اسٹے میں یہودی سا ہو کار بھی آگئے۔ یہ سود خوار فرقہ شرافیت اور انسانیت کے جذبات سے بیگانہ ہوتا ہے۔ بندگانِ خدا کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانا ان کی حضرت کی شوخیاں ہیں۔ ان سے زیادہ سنگدل، خوشخوار اور ذلیل شاید ہی کوئی انسان ہو۔ چنانچہ جب ان کو معلوم ہوا کہ تو جوان چند گھنٹوں کا حمان ہے۔ اور اسی مختصر مدت میں اسے سب کے قرض ادا کرنے ہوں۔ تو انہوں نے اپنی کمینگی دکھانی شروع کی۔ منہ پھیلایا

دئے۔ اور اپنے مطالبات کی فرست کو جتنا زیادہ لمبا اور سخت کرنا چاہتے تھے کر دیا۔ ادھر دھوکا دیا کہ ادا کرنے کے لئے کوئی نقدی نہ تھی۔ وہ صرف مویشی وغیرہ سے

قرضہ کی رقمیں ادا کر سکتا تھا۔ اب مویشیوں کی قیمت کون مقرر کرے۔ جانچنے اور قیمت لگانے والے بھی وہی شاتی

لوگ کی قوم کے انسانی نما ہندے تھے۔ انہوں نے ہزار خوروں کے ساتھ کم سے کم قیمت لگائی۔ روپے کی چار آنے

بھی نہیں۔ لیکن چارہ کار کیا تھا۔ قرض ادا کر کے آج کے

آج سبکو دشی حاصل کرنی تھی۔ غرض کہ تو جوان کی ملکیت کا ایک بڑا حصہ اس طرح کا قرض خواہوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

قرضوں سے نجات پا کر تو جوان نے اطمینان کا سانس لیا۔ قرضوں کا بوجھ اس کے کندھوں سے اتر گیا۔ اور اب وہ

ساعت آگئی کہ اسے رخصت ہونا چاہیے۔ اونٹ کس کسایا

پیلے سے باہر موجود تھا۔ صرف اتنی دیر تھی کہ اپنے پیادے گھر اور گھر والوں کو ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہے اور سوار ہو کر روانہ ہو جائے۔ دنیا کی محبت سے ایک دفعہ ہی جھٹکا دیکر

دامن چھڑانا آسان کام نہیں۔ آنسوؤں، ہلکیوں اور آہوں میں ماں باپ نے اپنے چاہتے بیٹے کو گلے لگایا۔ تو جوان بیوی کے دل کا کیا حال ہو گا۔ اس کا سراگ لٹ رہا تھا۔ زندگی کی تمام لذتیں بچھڑ رہی تھیں۔ جب تو جوان اس کا شریک زندگی ماسکی طرف دھامی جھپٹائی کا پیغام لئے ہوئے فوراً ہے تو وہ شدت

غم سے دکھڑائی اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ وہ زمین پر آنکھیں بند کئے پڑی تھی۔ اس کے لیے لیے ناگن جیسے گیسو خاک پر

بل کھائے تھے۔ یہاں تک اس نے اپنی ہمت باندھے رکھی۔ ضبط کرتا رہا۔ لیکن جب وہ اپنے غم سے بچوں کی جانب

پلٹا تو پاس کھڑے تھے تو اس کی طاقت ممبر دکھڑا گئی۔ اس کا آہنی ارادہ ٹوٹا ہوا نظر آیا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ ہر چیز

بھول گیا ہے۔ وہ بچوں کے حلقے میں بو بیٹھا۔ ایک ایک کو چھاتی سے لگاتا۔ ایک ایک کا منہ چومتا۔

تین بچے تھے۔ ان میں سے بڑا کہنے لگا۔ ابا! کیا اتناں

مرگئیں؟ اب ہمیں میلے میں کون لے جایا کرے گا؟ اچھا ابا

تم نہ جساؤ۔

جب چلنے کو کھڑا ہوا تو دونوں بچوں نے بچے اس کی ٹانگوں

سے دبٹ گئے۔ اور بولے۔ ابا! ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے۔ اور انہوں نے پیچھا مار کر دنا شروع کر دیا۔

ایک دفعہ تو یہ معلوم ہوا کہ تو جوان کی ہمت لے جواب

دیا۔ اس کا استقلال متزلزل ہو گیا ہے۔ اس منظر کو دیکھنے

کے بعد کہ بچے سمجھ رہے تھے ان کی ماں مر گئی۔ اور باپ بھی انہیں چھوڑے جاتا ہے۔ وہ کیوں کر موت کے مقابلے کو تیار ہو جاتا۔

حالات کی یہ صورت اس کے لئے نہایت صبر شکن تھی کوئی

پولس والا اس کی ننگائی کو نہ تھا۔ صرف مردانہ قول کی زنجیریں

اسے جکڑے ہوئے تھیں۔ زبان کی صداقت کو ہتھکڑیاں

سمجھو یا ٹیڑیاں۔ علاوہ قلب مہر میں رہتے ہوئے قانون کا ہاتھ

بھی شکل سے اس کے گریبان تک پہنچتا۔ پھر آخر فقط ایک زبان کی پابندی میں وہ اپنے تمام خاندان کی خوشی اور خوشحالی عمر بھر کے لئے بچلے ہر کس لئے ننھے ننھے دلوں کو توڑے ہر وہ مجرم تھا بچے تو مجرم نہ تھے۔ اس نے گناہ کیا تھا۔ بچوں کی کیا گھٹا۔ انہیں کیوں غیبی کی مصیبت میں ڈالے ہر اس کے تیروں کے تار پڑھاؤ سے نظر آ رہا تھا کہ وہ اسی قسم کے سوچ بچار میں پڑا ہوا ہے۔ سوچتے سوچتے ایک دفعہ ہی وہ اچھل پڑا۔ آخری لمحہ آچکا تھا۔ قصاص میں اپنی گردن کٹوانے کے لئے ضرورت تھی کہ وہ رکاب میں پاؤں رکھے۔ اور فوراً چل پڑے۔ نوجوان کی زندگی میں یہ نہایت نازک بال سے باہر ایک اور تلوار سے زیادہ تیز موقع تھا۔ قدم نہ آگے بڑھتے تھے نہ پیچھے ہٹتے تھے۔ اسلامی شان پکا رہی تھی کہ آ۔ اور گردن جلاؤ کی تلوار کے نیچے رکھ دے۔ ماں باپ، بیوی بچوں کی محبت نے اسے زمین میں گاڑ دیا تھا۔ جسم اور روح میں معرکے برپا تھے۔ لیکن یہ تذبذب کی حالت چند لمحوں سے زیادہ نہیں رہی۔ اس کا اسلامی جذبہ وقار دوبارہ ابھر آیا۔ قرآن کریم کی منادی اس کے اس کے کانوں میں گونج اٹھی کہ مال و دولت اور اولاد کے چاؤ میں خدا کے ریتے سے پیٹھ نہ موڑو۔ ایک مسلمان کے لئے زبان کی پابندی ہر گناہ۔ باپ، ماں، بیوی اور بچوں سے زیادہ وقیع ہے۔

اب وہ کیا ٹکٹا۔ بھلی کی طرح چپک کر اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ اور سب کو آسہو بہاتا، دوتا چلتا اچھوڑ کر مدینے کی طرف باگ اٹھا دی اور اپنے مقتول کو روانہ ہوا۔

بوڑھے، جوان اور بچے اس کے پیچھے نظر میں دھڑلے سے تھے۔ اور وہ دینائے محبت کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ تیر سے تیر رفتار میں اونٹ کو وہ ڈالتا نوجوان اپنی گردن آپ کٹوانے کے لئے چلا جا رہا تھا۔ ہاں خود مرنے کو اپنے مقتول! بیشک یہ ایک انوکھی بات ہے۔ کیا اس کے دماغ میں غرابی تھی ہر نہیں بلکہ

اسلام کا یہ ایک ضابطہ ہے۔ مسلمان کے قانون ایمان میں یہی لکھا ہے۔ ایک مسلمان جب ایک دفعہ کسی سے کوئی عہد کرے تو پھر وہ اس سے پھر نہیں سکتا۔ قول مردان جہاں دارہ اسلام ہی کا مقولہ ہے۔ تاریخ اسلام میں ایسے واقعات بھرے پڑے ہیں۔ کہ کس طرح نازک سے نازک موقعوں پر مسلمانوں نے اپنے وعدوں کو پورا کیا ہے۔ سلاطین کا سہوت بیٹا نوجوان ان روایات کا جیتا جھاگٹا نمونہ تھا۔ موت اس کے سامنے تھی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے اُمتی کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنے عہد سے پھر جاتا۔ اور غایا نہ کھلتا۔

وہ دارالخلافہ کی طرف برا بھیشا چلا جا رہا تھا۔ اسے سرفرو ہونے کی جلدی تھی۔ لیکن خدا کا ارادہ انسان کے ارادوں پر غالب ہوتا ہے۔ راستے میں بے ارادہ مجبوراً اسے رکن پڑا۔ اتفاق سے کاٹھی ٹوٹ گئی۔ اس کی حرمت ضروری تھی۔ اونٹ کو روک کر اتار کر اسے درست کرے۔ محبت اور بے سرو سامانی میں حرمت کرنے کرنے میں زیادہ دیر لگ گئی قتل ہونے کا وقت آگیا۔ اور ابھی رستے ہی میں تھا۔ مدینہ سے بہت دور۔

اس اثنا میں مدینہ کی سنو۔ وہاں بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگوں کا مسجد میں ہجوم تھا۔ ابوذر غفاریؓ نوجوان کے قصاص بھی بیٹھے تھے۔ ہر لمحہ نوجوان کے واپس آنے کی امید تھی۔ نگاہیں کبھی باہر جاتی کبھی اندر آتیں۔ قصاص کا مقررہ وقت آیا اور گزر گیا۔

لیکن نوجوان نہ پہنچا۔ ابوذرؓ کے معاملہ میں ٹری پریشانی تھی۔ اب ان کی جان کا اندیشہ بھی تھا۔ ہر قسم کی رائے زبیاں ہو رہی تھیں۔ ایسا تو نہیں کہ نوجوان نے دھوکا دیا، جھوٹ بولا اور اپنی جان بچا کر نکل گیا۔ ہر شخص کی زبان پر تھا۔ "افسوس غریب ابوذرؓ مفت مانگیا۔"

ابوذرؓ کو دیکھا تو ان کے چہرہ پر نہ ملال تھا نہ پریشانی۔ بالکل مطمئن اور سکون کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "جو لکھا گیا لکھا گیا۔ ایک مسلم کو بڑی خوشی کے ساتھ تقدیر الہی کے سامنے سر جھکا دینا چاہیے۔ یہ اس کی مرضی ہے کہ میں مرنے اور اس لئے میں مرنے

کے لئے تیار ہوں“

قتل ہونے سے پہلے ابوذر رضی اللہ عنہ نے جو درخواست کی وہ یہ تھی کہ مجھے آنکری نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اجازت دیدی گئی۔

انہوں نے وضو کیا۔ اور نماز اطمینان کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے سرے کی تیاری کی۔ جلد تلواریں آمو جو تھوڑے قتل کرنے کی دہری تھی کہ درد سے صحران کی طرف افق میں گر دو سفہار کے بادلوں کے ساتھ ساتھ ایک دھبہ سا حرکت کرتا ہوا نظر آیا۔

جلاد اپنا کام کرنے والا ہی تھا کہ خلیفہ نے حکم دیا ”ٹھہرو! صبر کرو! ذرا تامل! ہونہ ہو یہ نوجوان معلوم ہوتا ہے“

جلاد نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ تمام آنکھیں اس آگے بڑھتے ہوئے دھبے پر لگ گئیں۔ پہلے تو وہ دھندلا دھندلا سا دکھائی دیتا

رہا کہ پہچانتے ہیں نہیں آتا تھا۔ لیکن جوں جوں قریب آتا گیا۔ دھبے کی ہلکتا اونٹ اور آدمی میں بدلتی گئی۔ یہاں تک کہ جب وہ زیادہ

قریب آیا تو صاف نظر آنے لگا کہ کوئی شخص اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہے۔ تھانہ ڈھٹا چلا آ رہا ہے۔ مسجد کے سارے مجمع کی کچھ آس

بندھی اور ان کے دل اچھلنے لگے۔ رفتہ رفتہ اونٹ کے سوار کی صورت

نگاہوں کو کچھ آشنا سی معلوم ہوئی۔ اور یہ دیکھ کر سب کی جان میں

جان آگئی۔ ہر شخص خوش ہو گیا کہ اونٹ کا سوار وہی نوجوان ہے جس کی ابوذر رضی اللہ عنہ نے ضمانت دی تھی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف سے

مبارکبادیں ملنے اور ان کے ایمان کی مضبوطی۔ ان کی اسلامی جرات اور صفائی قلب کی تعریفیں ہونے لگیں۔ ان کا اسلامی جذبہ سب کی

نظروں میں پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔

نوجوان آتے آتے آخر مسجد کے دروازے پہنچا۔ اور

مسجد میں داخل ہوتے ہی بولا ”مجھے بہت افسوس ہے۔ میں بہت

میں ڈال کر میری ضمانت دی۔ اور مجھ پر احسان کیا ہے۔ انہیں واقعی سخت تکلیف پہنچی ہوگی۔ لیکن میں مجبور تھا۔ میرے پس کی بات نہ تھی۔ اور ساتھ ہی اس نے راستے کی مصیبت بیان کی کہ کیوں دیر لگی۔ اور کس لئے مجھے دکان پڑا۔

ہر شخص نے نوجوان کی صادق القولی اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے اشارے کی تعریفیں کیں۔ خلیفہ پر بھی ان باتوں کا بڑا گہرا اثر ہوا۔ اور انہوں نے اجازت دی کہ اچھا قصاص سے پہلے تھوڑی دیر دے لو۔

مسجد کے صحن میں نوجوان، ابوذر رضی اللہ عنہ سے باغبان کے دونوں بیٹے، خلیفہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سب لوگ بیٹھ گئے تو خلیفہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر دریافت کیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ ابوذر! یہ تو بتاؤ کہ تم نے کس وجہ سے اس

نوجوان کے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا تھا؟

ابوذر رضی اللہ عنہ۔ امیر المؤمنین! جب اس نوجوان نے مسلمانوں کے

مجمع پر یا بوسانہ نظر ڈالی یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی خدا کا بندہ ہے جو

اس کی حمایت کو اٹھے اور ضمانت دے تو مجھے بڑی شرم آئی کہ

مسلمانوں کے مجمع میں ایک مسلمان بے یار و مددگار ہو جائے اور

اور اپنے کو غیروں کی طرح اجنبی سمجھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا

کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اسلام کی تعلیم کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی

بھائی ہیں۔ کیا محض کہنے کے لئے ہے۔ مصیبت کے وقت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد نہیں کرتا۔ اس خیال کے آتے

ہو، میں نے فیصلہ کر لیا کہ کچھ بھی ہو اسلام کے دامن پر اس طرح

کا دھبہ نہیں آئے دنیا ما ہے۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہوا کہ اسلام

کی شان کو بکھلے۔ اور میں اس کا ضامن بن گیا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر حاضرین کے دلوں پر پڑا اثر ہوا۔ پھر

خلیفہ نے نوجوان سے خطاب کر کے کہا۔

نوجوان! تجھے کس بات نے مجبور کیا کہ اپنی گردن کٹانے کو

آگیا؟

نوجوان - امیر المؤمنین! حقیقت یہ ہے کہ میرے لئے بڑی مشکل کا سامنا تھا۔ میری راہ میں واقعی شیطان نے بڑے بڑے پتھر بچھا رکھے تھے۔ میرا گھر ایسے صحرا کے بیچ میں ہے۔ جہاں آسانی کے ساتھ کوئی پہونچ نہیں سکتا۔ قانون اور انصاف کی وہاں دسترس بہت دشوار ہے۔ کوئی طاقت وہاں ایسی کارفرما نہیں جو مجھے ربرکتی یہاں لاتی۔ پھر میرے سامنے وہ صورتیں بھی تھیں جو مجھ کو بہت پیاری ہیں۔ بوڑھی ماں اور بوڑھا باپ میری جدائی میں آنسو بہا رہے تھے۔ میری نوجوان بیوی میری دائمی جدائی کے مدد میں سے بیہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ میرے چھوٹے چھوٹے تین محصوم بچے آباؤ اجداد کے میری ٹانگوں سے لپٹے ہوئے تھے۔ سچ پوچھئے تو اپنے ان پیاروں سے تمام رشتے توڑ کر میرا آساں نہ تھا۔ لیکن ان جسمانی تعلقات کے ساتھ ہی میری روح اس دنیا سے اور بلند ہو جاتی۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگتا۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ محمدؐ کا کلمہ پڑھ کر اور ایسا ہدینا۔ دنیا کیا کیسی ہے؟ ایک مسلمان اپنے قول سے پھر گیا۔ عہد شکنی کی! میرے سبب سے اسلام کا نام بدنام نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے تمام تر غیبات کو ٹھکرا دیا۔ اپنے اراکے پرستار

رہا۔ اور سب کو روتا دھوتا چھوڑا۔ اونٹ پر سوار ہو گیا۔
 مامعین نوجوان کی تقریر سے ایک مرتبہ پھر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور سب نے اس کے جذبہ خودداری اور حفظ نفس کی بے انتہا تعریف کی۔ یہ ایک ایسا سمان تھا کہ باغبان کے پلکے بھی شرمائے۔ ان کے دلوں میں بھی اسلامی جوش پیدا ہو گیا۔ وہ کہنے لگے۔ ”امیر المؤمنین! اس نوجوان نے اگرچہ ہمارے باپ کو قتل کیا ہے۔ اور ہم اسی کے قصاص میں اب تک بی جاہتے رہے کہ اس کی گردن ماری جائے۔ لیکن اب ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے کہ ہم اپنے باپ کا بدلہ لیکر اسلام کی بلند ترین تعلیم حضور کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ بدلہ لینے کی اسلام نے اجازت ضرور دی ہے۔ مگر خطا کار کو مجھ کر دینا خدا کے نزدیک زیادہ اچھا ہے۔ دینا والو کی زبانوں میں یہ سننا نہیں چاہا کہ اسلام کے دفاع فرما لیں یہ کم ظرف اور چھوٹے خیال کے نکلے جنہوں نے حضورؐ کی نعمت نہ حاصل کی اور بدلہ لینا نہ سمجھا۔ اسلام کو ہم ہرگز رسوا نہیں کریں گے۔ ہم نوجوان کو معاف کرتے ہیں۔
 اللہ اکبر کے بوشیلے نعروں فضا کو بچ اٹھی۔ اور سب خوش ہو گئے۔
 کہ معاملہ بھلائی کے ساتھ ختم ہوا۔

رسول صادقؐ کے حضور میں

(محترم نفیس صاحب چغتائی)

اے کہ ترے ظہور سے لاکھوں کی ہو گئی نجات
 اے کہ ترا کمال ہے باعث فخرش جہات
 اے کہ ترے وجود ہے باعث فخر مومن
 اے کہ ترے خلوص سے وجد میں آگیا جہاں
 اے کہ زمانے بھر کا تو ایک ہی انتخاب ہے
 اے کہ جہاں بھر سے تو عالی ہے اور جہاں ہے
 ای کہ ترے جمال کی پھیل گئیں تجلیات
 ای کہ ترا کلام ہے شعلہ مشعل حیات
 ای کہ ترے وجود ہے باعث فخر مومن
 ای کہ ترے وجود سے وجد میں آگیا جہاں
 ای کہ خدا کے نور کا تو ہی اک آفتاب ہے
 تجھ کو مرا خطاب ہے تجھ کو مرا خطاب ہے
 فخر مکان و لامکان اب تیرے روبرو ہوں میں
 ہمہ تن آرزو ہوں میں ہمہ تن آرزو ہوں میں!

خاتم النبیین

(از حکیم حضرت مولانا انیس احمد صاحب مدنی فاضل العلوم دیوبند و قضاہ الحکمتہ بیالیہ ہاؤس میکلوڈ روڈ لاہور)

خاتم النبیین اور لائبی بعدی کے معنی سلف صالحین اور علماء متاخرین نے کیا سمجھے ؟

گو نہ فراغت حاصل کرنے کے بعد آج آپ کے سامنے مذکورہ بالا عنوان کے ماتحت خاتم النبیین اور لائبی بعدی کے صحیح معنی ہو مقدمین و متاخرین بالاتفاق بیان فرمائے ہیں۔ پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔

آپ اس مضمون سے اس امر کا بھی پورا پورا اندازہ فرما لیں گے کہ جس طرح دجال باپ کا کذاب بیٹا جھوٹ کو ایک معمولی چیز سمجھتا ہے۔ اسی طرح اس جماعت کے مقتداران کذب و افترا کو ایک محبوب شغل سمجھتے ہیں۔ اور بزرگان دین کی کلام کو قطع و برید کر کے پیش کرنے میں فخر سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۱۰۷ اور حضرت امام شرفی رحمۃ اللہ کی کتاب مستطاب نفوس حکم نفس حکمت قدیریہ فی حکمت عزیزیہ۔ اور عارف ربانی سید عبدالکریم قدس اللہ سرہ کی کتاب لا جواب الانسان الکامل بالایہ۔ اور حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الہی کی کتاب معنوعات کبیرہ ص ۵۵۰ سے اس قسم کے مضمون کا اقتباس و انتخاب شائع کیا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حفصہ پرورد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اس فرما مبارک لا رسول بعدی و لائبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی شریعت لایزال لائبی نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر مہربانی کر کے عام

قادیاہوں کی طرف سے ایک اشتہار لاہور کے درو دیوار پر چسپاں کیا گیا تھا۔ جس میں خاتم النبیین اور لائبی بعدی کے معنی نہایت غلط طریقے سے بیان کئے ہیں۔ اور عام اہل اسلام کو اس طرح دھوکے میں ڈالنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

اور اس پر طرہ یہ کہ مشتر نے بزعم خود یہ معنی ہمارے استاد الاستاذ حضرت قاسم العلوم و الخیرات شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی رحمۃ اللہ القوی سے لیکر حضرت شیخ المشائخ حمد السالکین زبدۃ العارضین شیخ بن عربی کو زائد مرقدہ تک اکثر بزرگان دین متین سے منتسب کر دیئے ہیں۔

اس اثنا میں حضرت استاذی علامہ فہامہ مولانا محمد ادریس صاحب سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و شیخ الجہم العباسیہ بہاؤ الدین تشریف لائے۔ اور آپ نے اس مسئلہ پر ایسی دلپذیر اور بے نظیر تقریر فرمائی کہ سامعین پر ایک عجیب عالم کیف طاری ہو گیا۔ اور گویا ہر شخص یہ سمجھنے لگا کہ خود مصنف اپنی کتاب کا مطلب اپنی زبان مبارک سے بیان کر رہا ہے۔

میراد و خانہ قصر الحکمتہ اتفاقاً مرزائی حضرات کے قرب میں واقع ہوا ہے۔ اور مجھے اس طرح ان کے افعال اقوال اعمال پر کچھ غور و فکر کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ لیکن تاساں اپنی دیگر مصروفیات مثلاً ”انجمن کماؤ“ و تحقیقات کشتہ جات کی تصنیف و اشاعت کی وجہ سے اس طرف توجہ مبذول نہ کر سکا۔ اس کام سے ایک

نبوت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی۔

یہ والہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی منکر صلوات قرآن بشر سے نماز کی ممانعت کے لئے لائق نہیں ہوا الصلوٰۃ کی آیت شریفہ پیش کرے۔ لیکن ایک ناخواندہ مسلمان بھی یہ سن کر مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جس قرآن کریم میں بار بار نماز کی اقامت کے لئے حکم ہے اس میں نماز کی ممانعت کا حکم کس طرح ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بندگان دین و سلف صالحین ختم نبوت پر کامل ایمان و ایقان رکھتے ہوئے نبوت کے اجزاء کے کس طرح قائل ہو سکتے ہیں۔

مرزا فی اشخاص مرزا صاحب کی نبوت کے اثبات کے لئے حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے ارشادات و فرمودات پیش کرتے ہیں۔ لہذا میں سب سے پہلے حضرت ابن عربیؒ کے ارشادات و فرمودات سے ان کے معقولات پیش کرتا ہوں۔

فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السؤیاء جزء من اجزاء النبوة۔ فقد بقى للناس فی النبوة هذا وبقیہ ومع هذا لا یطلق اسم النبوة ولا النبی الا علی الشراعی خاصۃ فبحر هذا الامم لخصوص وصف محبین فی النبوة۔ فتدبر ۲۵۵

دوسری جگہ مزید وضاحت فرماتے ہیں یہ

مکن یوحی الیہ فی جیسے کسی کی طرف بشرات کی

البشریات وحی جزء من اجزاء

النبوة وان لم

یکن صاحب

النبوة فلیاقتضون

لعموم حجة الله فما نطلق

النبوة الا لمن اتصف با

لجميع فذلك النبی وتلك

النبوة التي حجت علینا و

انقطعت۔ فان جملة ما

التشریع بالوحی الملکی

فی التشریع وذلك لا

یکون الا للنبی خا۔ فتدبر ۲۵۶

وحی آئی اور وہ بشرات افراد

نبوت میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب

بشریات بنی نہیں ہو جانا پس

رحمت الہیہ کے عموم کو سمجھو تو

نبوت کا اطلاق اسی پر ہو سکتا

ہے ہوتا تمام اجزاء نبوت سے

متصف ہو رہی بنی ہے۔ اور

وہی نبوت ہے جو منقطع ہو گئی۔

اور ہم سے روک دی گئی۔ کیونکہ

نبوت کے اجزاء میں سے تشریع

بھی ہے۔ جو وحی ملکی سے ہوتی

ہے۔ اور یہ بات صرف بنی

کے ساتھ مخصوص ہے۔

کس قدر واضح الفاظ ہیں۔ نہ جن میں کسی تاویل کی گنجائش ہے

نہ تشریح کی حاجت۔ صاف صاف بتا دیا گیا کہ نبوت اور بنی

دونوں الفاظ کسی کے لئے استعمال نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ اور

نبوت کے جس طرح دوسرے اجزاء ہیں مثلاً نیک اور سچا خطاب

اسی طرح شریعت بھی اس کا جز ہے۔ اور یہ نامکن ہے کہ کوئی

بنی ہو اور مشرع نہ ہو۔ قادیانی لوگ انبیاء کی شراعی اور غیر شراعی

جو تقسیم پیش کیا کرتے ہیں وہ قطعاً غلط ہے۔ قرآن و حدیث

سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ بندگان دین کے کلام

سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بنی ایسا نہیں ہو سکتا جو مشرع نہ ہو۔

چونکہ شریعت بھی نبوت کے اجزاء میں داخل ہے۔

یہ حضرات کہہ کرتے ہیں کہ اگر ہر بنی شاعر ہے تو انکی

کتابیں کہاں ہیں۔ گویا ان کے نزدیک صاحب کتاب ہونا شاعر

ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن اس کے باوجود کس قدر بے عقلی

کی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صاحب کتاب بنی

تسلیم کرتے ہوئے غیر متقل بنی استے ہیں۔

شیخ اکبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد کسی شخص کو بھی نبوت کے دعوے کا حق نہیں چاہے وہ دعویٰ ایسی شریعت کا پیش کرے جو ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف ہو۔

فما بقی للاولیاء بنو اللہ جانے کے بعد آج الیوم بعد اس نفع النبوة اولیا کے لئے بجز تعزیمات کے الا التعزیمات وانسلت کچھ باقی نہیں رہا۔ اور امر و ابواب الاوامر و فواہی کے سب دروازے بند النواہی۔ فمن ادعی ہا بعد محمد ابوہی۔ اب جو کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم امر و نہی کا دعویٰ کرے وہ اپنی فہو مدع شریعت کا دعویٰ ہے خواہ وہ شریعت کا دعویٰ کرے ہماری شریعت کے مخالف ہو وافق ہا شہی عننا و یا موافق۔

خالف (فتوحات ج ۳ ص ۳۷) قادیانی اشتہار میں حضرت عبدالوہاب شہرانی کا نام بھی آیا ہے۔ اب فوراً ان کے ارشادات بھی سن لیجئے وہ مذکورہ بالا عبارت کے ساتھ مزید اضافہ فرماتے ہیں۔

فان کان پھر اگر یہ دعویٰ وحی شریعت مکلف مکلفاً ضررنا ہے۔ یعنی مجنون وغیرہ نہیں ہے۔ عنقہ والا ضررنا تو ہم اس کی گردن ہادیں گے۔ عنہ صفحہ ۲۷۔ ورنہ ہم اس سے کنارہ کشی (الواقیت و الجواہر ج ۲ ص ۳۷) اختیار کریں گے۔

ان تصریحات بینات کے بعد اس کلام بلاغت نظام کی تشریح پیش کرتا ہوں۔ جس کے معنی قادیانیوں نے تحریف کر کے اپنے مفید مطلب بنائے اور بیہولے بجائے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ مذکورہ بالا

بیان سے یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ نبی کے لئے مشروع ہونا ضروری ہے۔ اور نبوت کے کچھ اجزاء ہیں۔ مثلاً ایک جز اہم شریعت ہے۔ ایک مجھڑات ہیں۔ ایک جز زیادہ صالحہ ہے۔ علماء کرام جو صفویاء عظام نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات گرامی کی تشریح و توضیح فرمائی ہے۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے انقطاع کی خبر دی ہے۔ کما قال علیہ السلام انقطع تحت النبوة یعنی نبوت منقطع ہو گئی۔ اور دوسری جگہ زیادہ صالحہ کے بقا اور اس کا نبوت سے نطق اور نبوت کا جز ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور بعض احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر ہے۔ یہ تینوں احادیث بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہیں۔ علماء حق نے انکی وضاحت فرمائی۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ ہر حدیث اپنے مطلب اور معنی کے لحاظ سے صحیح ہے۔ اور ایک دوسرے میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

علماء راسخین فرماتے ہیں کہ انقطاع نبوت کی تمام احادیث صحیح ہیں اور اپنے متبادر معنی پر معمول ہیں ان میں کسی قسم کی تاویل کرنا تحریف کے مرادف ہے۔

کما دل علیہ نصر القاضی ان احادیث کی تاویل میں قرآن الیوم اکملت لکم دینکم و کریم کی صریح آیت موجود اتممت علیکم نعمتی۔ ونقل ہے۔ الیوم الخ اور امام غزالی الامام الغزالی علیہ جماع نے ختم نبوت پر تمام امت کا مسائل الاممہ۔ متفقہ عقیدہ بیان فرمایا ہے۔

اور احادیث لاریا جز من اجزاء النبوة یعنی سچا خواب نبوت کا جز ہے۔ جسے اپنے متبادر اور ظاہر معنی پر معمول ہے۔ لیکن نبوت کے جز کا باقی رہنا نبوت کے بقا پر بحث نہیں۔ اس لئے کہ جز کا وجود کل کے وجود کا مستلزم نہیں۔ ہاں کل کا وجود جز کے وجود کا مستلزم ہے۔ اگر محل تمام مسدود اور منہدم ہو گیا اور اس کی ضر

زیادہ فیض حاصل کرنے والے حضرت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام صحابہ کبار ہیں۔ قطعاً

صدیق رضی اللہ عنہ خلق رسول کریم ہے

فارق عروجہ جلال عظیم ہے

عثمانؓ فساد فدی نبی فحیم ہے

حیدر بہار باغ نبی کی نسیم ہے

لہذا ان ہندوگان کرام کے کلام بلاغت نظام کا مطالب یہ

نکلا کہ کچھ روایہ صالحہ اور کرامات اولیاء اللہ باقی ہیں وہ جناب

خاتم النبیینؐ کی نبوت کا عکس اور پرتو ہے۔ اور اس طرح نبوت

غیر تشریعی کا وجود اور فیضان جاری و ساری ہے۔ حضرت شیخ

اکبر ابن عربی رحمہ اللہ اس سے بھی زیادہ فرماتے ہیں کہ نبوت غیر

تشریعی بھی باقی ہے اور تشریعی نبوت کا فیض بھی جاری ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ علم حدیث کے خدام اور قرآن و حدیث کے

مسائل مستنبط کرنے والے حضرات فقہاء و مجتہدین جنہوں نے

لاکھوں جزئیات قرآن و حدیث کی روشنی میں استنباط فرمائے

ہیں کیا وہ تشریعی نبوت کے فیضان کے بغیر ہیں استنباط کر گئے

ہیں؟ نہیں۔

درحقیقت بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل فیضان

جاری ہے۔

بہر حال ان اقوال سے کسی طرح قادیانیوں کی تائید نہیں

ہوتی بلکہ ہر طرح خلاف ہی ثابت ہوتا ہے۔

رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔ اس کے متعلق

صاف اور واضح ہے کہ وہ آخزمان میں قتل و جلال کے لئے

تشریف لائیں گے۔ بنی کی حیثیت سے ہرگز نہیں آئیں گے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ ہم نے گورنر صاحب

مغربی پنجاب کراچی تشریف لیجائیں تو وہاں جا کر آپ کی گورنری

چند یو اریں قائم ہوں تو اس کو کوئی محل نہیں کہے گا۔ خواب

ادنبوت کے تعلق میں ایک نکتہ یہ ہے کہ جس طرح خواب میں

انسان کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح نبوت میں

انسان کا مرتبہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ خدا سے

ہم کلام ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اپنے اوپر خیال کرتے ہوئے

اس کی تردید کرتے ہیں۔ ایک انسان جس نے کبھی خواب

نہ دیکھا ہو جس طرح وہ خواب کے واقعہ کی کٹھ اور حقیقت کو

نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح عام انسان نبوت کو ایک محال

اور بعید از عقل سمجھ کر منکر ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح تعلق

باللہ اور مکالمہ خداوندی سے الکار کر دیتا ہے۔ صوفیاء کرام

اور اولیاء عظام نے نبوت کو کبھی رنگ اور شان سے دیکھا ہے۔

اور اس کی تشریح فرمائی ہے۔ مثلاً نبوت کی ایک شان مہجرت

ہیں۔ لیکن مہجرت کا شریعت میں اہل بیت و حرمت سے کوئی متعلق

نہیں۔ اس کا نام علماء نے نبوت غیر تشریعی رکھا ہے۔ اور

دعویٰ الہی جس میں کہ جلال و عوام کا بیان ہے اس کو نبوت

تشریعی کا نام دیا ہے۔ اسی طرح روایہ صالحہ کو بھی نبوت

غیر تشریعی کا جزو بتایا ہے۔ علماء کرام نے یہ اقسام نبوت کی

میان فرمائی ہیں بنی کی نہیں۔

لہذا ہندوگان کرام کے اس فرمان کہ ”نبوت غیر تشریعی

باقی رکھی“ کا مطلب یہ ہے کہ روایہ صالحہ اور کرامات اولیاء

اللہ جو معجزات انبیاء اللہ کا پرتو ہیں باقی رکھے۔ درحقیقت

بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالت و نبوت کے آفتاب ہیں

اور جس طرح تمام روشنیوں کا منتہی آفتاب عالم تاب ہے

اسی طرح تمام کمالات رسالت و نبوت اور صدیقیت و ولایت

کا مرکز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور تمام

اولیاء اللہ میں جو کرامات اور برکات موجود ہیں وہ حضور پرورد

علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا فیضان ہیں۔ اور تمام امتیں

مسلوب نہیں ہوتی۔ لیکن وہاں آپ کی گودری کے احکام بھی جاری نہیں ہوں گے۔ بلکہ کراچی میں کراچی کے گودری کے احکام و قوانین جاری ہوں گے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ خدا کے بنی ہیں اور اس امت میں ان کا آخر زمانہ میں نزول ہوگا۔ لیکن بحیثیت پیغمبر نہیں۔ بلکہ پیغمبر ہوتے ہوئے ایک امت کے ایک فرد کی مانند ہوں گے۔ لہذا اس صورت میں لاجبی بچل تھا اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روایات میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت مولانا ابو شاہ صاحب آئینہ سنی احادیث و آثار جمع فرماتے تھے۔ جس کو مفتی محمد شفیع صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اور یہ رسالہ ”النفیر یحییٰ ما قاتل فی نزول المسیح“ کے نام سے مل سکتا ہے۔

ہن جردگوں کے نام اوپر لکھے گئے ہیں ان کی حمایت تو تقریباً ایک ہی مضمون کی حامل ہیں۔ اس لئے ایک ہی جگہ تشریح و توضیح کافی ہے۔

لیکن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تالاف توی رحمتہ اللہ علیہ کی جو عبارات نقل کی ہے اس کا مطلب علیحدہ ہے لہذا اس کی تشریح پیش کرتا ہوں۔

”عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا یا اس معنی ہے کہ آپ کا زمانہ سابق انبیاء کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر ہم قسم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کوئی تفصیل نہیں ہے۔ پھر مقام لوح میں لیکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرما اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ تحدید الزمان صحت۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ تحدید الزمان صحت۔“

یہ عبارت جو قطع و برید کے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تالاف توی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔ اس کو رسالہ مذکورہ میں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا خاتم النبیین کے دو معنی بیان فرما رہے ہیں۔ ایک معنی یہ کہ آپ آخری نبی ہیں۔ سب انبیاء کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تباہ اور عام معنی بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس معنی کا افکار بھی گھڑ ہے۔ اس کے بعد دوسرے معنی بیان فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز کی کوئی نہایت ہوتی ہے۔ مثلاً تمام اعداد کی نہایت ایک ہے۔ اور تمام انسانوں کی اصل ایک آدم ہیں۔ اور تمام روشنیوں کا مرکز آفتاب عالم تاب ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام خاتم النبیین آپ ہیں۔ اور اس لحاظ سے آپ اول آخر کہیں بھی مبعوث ہوتے آپ کی خاتمیت یعنی افضلیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

دوسرے معنی بیان فرماتے کے ساتھ حضرت تالاف توی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کی خاتمیت میں فرق نہیں آئیگا۔

حضرت نے یہاں بالفرض کا لفظ استعمال کیا ہے جو محالات پر بھی بولا جاتا ہے۔ نحوہ بالذات اس کا مقصد یہ نہیں کہ آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل تھے۔ بلکہ اس سے قبل خود صراحت فرمادی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

یہی معنی قادیانیوں نے چوری کر کے بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم تو وہ معنی بیان کرتے ہیں جس سے آپ کی شان اور بلند اور بالا ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس معنی سے شان و بلند ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دوسرے معنی بھی تو ہیں۔ اور اپنے مطلب کے لئے معنی جن میں تاویل کی گنجائش نہیں ان کو چھوڑنا اور

دولت کی غلط تقسیم

(الاسٹار)
دبلسلہ اشاعت ماہ جون ۱۹۷۷ء

ہر جمہوری دستور حقیقی جمہوری قدوس و محرم ہے۔

آج آدھی دنیا میں جمہوریت کا غلط ہے۔ ہر جمہوری دستور و آئین کا دعویٰ ہے کہ وہ جمہوری دستور ہے۔ اس کے قوانین جمہور کے فائدہ کے مطابق ہیں لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو ہر جمہوری دستور حقیقی جمہوری قدوس سے محروم ہے۔ اس لئے کہ ہر ملک و قوم میں جمہوریت کی بنیاد انسانوں کی حیوانی خواہشات پر رکھی ہوتی ہے۔ اور جمہور کے مفاد کی جگہ ایک محدود طبقہ اور مخصوص افراد کے مفاد کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اگرچہ افراد کو نام نہاد آزادیوں تو میسر ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں صرف وہی لوگ آزاد ہوتے ہیں جن کے ہاتھ میں دولت اور اختیار و اقتدار ہوتا ہے۔ چالاک و مکار اور خود غرض لوگ بڑی سافٹی کے ساتھ جاہل، غریب اور کمزور انسانوں کی آزادی لٹائے و عمل پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ اور جمہور کی آزادی رفتہ رفتہ ذہنی غلامی، اندر سے غلامی، اقتصادی غلامی اور سیاسی غلامی میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جمہوریت کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ وہ جمہور کو شخصی آزادی اور سیاسی مساوات دینے کا اعلان تو ضرور کرتی ہے مگر عملاً ایسا نہیں ہوتا۔ یہ قول و عمل کا تضاد اسکی ساری تہذیب و قیمت اور اخلاقی حیثیت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جمہوری نظام عوام کی اہل خرابی کی طرف توجہ نہیں کرتا یعنی دولت کی غیر مساوی تقسیم اور

معاشری تفریق کو مٹا کر معاشی انصاف اور معاشری مساوات قائم نہیں کرتا اس کے برعکس سرمایہ داری نظام کے قیام کو ضروری سمجھتا ہے۔ گو بین الاقوامی امن و آئین کے لئے تو ضروری کوشش کرتا ہے۔ مگر سماجی امن کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک معاشری تفریق جائز ہے۔ وہ اشتراکیت کے ڈر اور عوام کے دباؤ سے مجبور ہو کر مزدوروں اور غریبوں کو مراعات بھی دیتا ہے۔ انہیں راستے دی کا حق بھی دیتا ہے۔ اوقات کار میں تخفیف بھی کر دیتا ہے۔ مگر باوجود ان تمام رعایتوں کے سیاسی و معاشی قوت پر ماس ہو کاری ہی مسلط رہتی ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے جمہوری نظام کے متعلق جو کچھ بھی عرض کیا ہے وہ مغرب کے جمہوری نظام سے متعلق ہے۔ رہا اسلام کا جمہوری نظام وہ اس سے بالکل ایک علیحدہ چیز ہے۔ اس کی توجہ اسے حکمرانوں اور سیاست دانوں کو ہوا بھی نہیں لگی۔ اگر اسلامی جمہوریت قائم ہو جائے تو پھر انسانوں کے تمام سیاسی و معاشی مصائب ختم ہو جائیں۔ اور مغربی جمہوریت اور روسی اشتراکیت جہاں اپنی موت آپ مر جائیں۔ یہاں مختصر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اسلامی جمہوریت اور مغربی جمہوریت میں جہاں اور بہت سے بنیادی فرق ہیں۔ وہاں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ مغربی جمہوریت جمہور کو سیاسی مساوات تو دیتی ہے مگر معاشی مساوات نہیں دیتی۔ اور اسلامی جمہوریت سیاسی و معاشی

دونوں قسم کی مساوات قائم کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں پینرز لادوم و ملوم ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی اڑادی جائے تو دوسری کی عملی حیثیت کچھ بھی باقی نہیں رہتی۔

اشتراکیت اور سیاسی معاشی مساوات

جب دنیا میں جمہوریت کا ڈھونگ نہ چل سکا۔ اور وہ معاشی انصاف نہ دے سکی تو روسی اشتراکیت بڑے دیرے اور وطنہ کے ساتھ میدان سیاست میں آئی اور بڑی بلند آہنگی کے ساتھ معاشی و سیاسی مساوات دینے کا اعلان کیا۔ یہ دنیا والوں کے لئے فکری تحفہ اور عملی پروگرام لائی کہ تمام نراہیوں کی جو شخصی ملکیت اور سماجی نابرابری ہے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دولت کے تمام وسائل پر چند لوگوں کی شخصی ملکیت قائم ہو گئی ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ وسائل دولت کی شخصی ملکیت کو منسوخ کر دیا جائے۔ اور اسکی جگہ اجتماعی یا مشترکہ ملکیت قائم ہو جائے۔ جب اقتصادی نابرابری کی لغت ختم ہو جائیگی اور مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں دولت اور وسائل دولت کو اکٹھا ہونے سے روک دیا جائیگا۔ تو لامحالہ تمام برائیوں اور غریبوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ پس دنیا کے مزدوروں، متحد ہو جاؤ اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں سے دولت اور وسائل دولت کو چھین لو۔

فی الحقیقت مزدوروں کی حالت قابلِ رحم تھی۔ ضرورت تھی کوئی ان کی حالت کو سدھارتا۔ اشتراکیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ چاہتے تو یہ تھا کہ علمبرداران اسلام اٹھ کر ایمان و اخلاق کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشی انصاف دیتے، مظلوم و مقہور انسانیت کو سرمایہ داری کے پنجے سے چھڑاتے اور تمام ظالمانہ و نفسانہ نظام کی غریبیاں و تنہا ہیاں دنیا والوں کو دکھا کر اسلام کے عادلانہ و معصیانہ نظام کی طرف بلا تے۔ جی ان کا غرض یہ تھا

اور مقصد وجود تھا۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اور اٹھ سرمایہ داری اور اسکی بیٹی جمہوریت کی حمایت شروع کر دی۔ یورپ کے پادری پہلے ہی سرمایہ داروں سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے دنا دان اشتراکیوں نے خدا اور مذہب و اخلاق کا انکار کر کے مزدوروں میں سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں کے خلاف یہ کسک منافرت پھیلانا شروع کر دیا کہ تم تو محنت کرتے ہو لیکن تمہاری محنت سے فائدہ اٹھا کر عیش کرتے ہیں یہ کارخانہ دار اور سرمایہ دار لہذا تم کو چاہئے کہ ان سے انتقام لو۔

اشتراکیت کے بنیادی اصول

اس غور سے جہاں سرمایہ داروں اور

کارخانہ داروں کے خلاف نفرت پھیلانی شروع ہوئی وہاں غریب مذہب بھی مذہب کے نادان دوستوں کی وجہ سے لیٹ میں آ گیا۔ اشتراکیوں نے ہمارے جنوں سا ہو کارخانہ داروں، کارخانہ داروں اور استحصالی قوتوں کو اپنی خفیں آنکھیں دکھانا اور انکو خودہ کرتا شروع کیا۔ اس کے ساتھ مذہبی رہنماؤں کو مٹا دینا اور ان کی حمایت بنانا بھی شروع کر دیا۔ اور کہا گیا کہ یہ مذہب ملے جو دولت کی غلط و ظالمانہ تقسیم اور معاشی تفریق کو تقدیر الہی ثابت کرتے اور امیری و غریبی کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سرمایہ داروں کے ایجنٹ ہیں۔ جاؤ ہم (نحوذ باللہ) ایسے خدا اولیہ مذہب کو نہیں مانتے۔ جو شخصیں ملکیت کی تعلیم دے اور سرمایہ داروں کی حمایت کر کے انسانوں کی اکثریت کو بھوکے مائے۔ لہذا سر کے درد کے ساتھ سر ہی اڑا دو۔ نہ رہے بانس نہ بابجے بانسری۔ بس پیٹ اور روٹی ہی سب کچھ ہے۔ اور مادہ ہی سب کچھ ہے۔ مذہب و اخلاق کوئی چیز نہیں۔ اس بنیاد پر اشتراکیت کے تین اصول قرار پائے۔

(۱) قانونی تعلقات، حکومت کی شکلیں اور ہیئت ترکیبی

پڑھتے ہیں۔ دونوں انسانوں کو حیوان بنانے اور خواہشات کی مانند دھند پیروی کرنا سکھاتے ہیں۔ دونوں انسانوں کو حوس و آواز کی بھٹی میں پھینک کر ان کی شرافت کو بھسم کرنے اور انسانیت کی تباہی کے سامان فراہم کرتے ہیں۔ یہ مادہ پرستی کے دو مظاہر اور مصنعوی تریف ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ مذاہب کی رہبانیت نے ملکیت و سرمایہ داری کو جنم دیا اور غلط مذہبیت نے اشتراکیت کو پیدا کیا۔ دونوں کا توڑ

اسلامی نظام تھا۔ اس سے خود مسلمان ناواقف ہے۔ اور جب واقف ہوئے تو قومیت بیچ میں حائل ہو گئی۔ میلان ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اور ان کے دل و دماغ اور پیٹ تک غیر اسلامی افکار و اعمال کے آہنی پنجے میں گرفتار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دنیا میں اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے سرمایہ داری، جمہوریت اور اشتراکیت کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ اور یہ انسان دشمن، زندگی سوز اور حیات کش نظام اس وقت تک رائج و مقبول رہیں گے جب تک دنیا میں اسلامی نظام قائم و رائج نہ ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ زمین کے ظلم و فساد اور تباہی و بربادی میں جتنا مادہ پرستی اور اس کی اولاد سرمایہ داری و اشتراکیت کا ہاتھ ہے اس سے کہیں زیادہ ذمہ داری غلط مذہبیت پر ہے۔ اگر دنیا میں صحیح مذہبیت یعنی حقیقی خدا پرستی اور نیک عملی ہوتی اور پیروانِ دین حنیف اقوامِ عالم کی صحیح رہنمائی کرنے تو دنیا میں مادہ پرستی کو فروغ نہ ہوتا۔ جب دین و اخلاق کے علمبردار زندگی سے شکست کھا کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اور جب ہوش میں آئے تو وقت کے غالب نظام کے ماتحت پناہ ڈھونڈنے لگے۔ اور سرمایہ دارانہ کے ساتھ ساز باز کر لی تو ذہین و فطین انسان دیوانگی کا شکار ہو گئے۔ اور اس دیوانگی نے اشتراکیت کو جنم دیا۔

موسم و عادات، مذہب اور فلسفہ محض ابتدائی مادی حالات کا نتیجہ ہیں۔ انسانی ارتقاء و نشو و نما مختلف طبقات کے جنگ کی داستان ہے۔ برسرِ اقتدار طبقہ نے ہمیشہ اپنے مفاد کو مد نظر رکھ کر محاشرقی و مقدنی اداروں کو بدلا ہے۔

(۲) طبقہ دارانہ جنگ انسانی سوسائٹی و انسانی ارتقاء کیلئے ناگزیر ہے۔ موجودہ سوسائٹی میں سرمایہ کے جگہ یا چند جگہ جمع کر دینے کے باعث دیگر وہ پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک بڑھا یا سرمایہ دار اور دوسرا کارکن طبقہ۔ ان طبقوں کے مفاد کبھی ایک ہو سکتے ہیں۔ نئی انسانی سوسائٹی اس وقت تک نہیں بن سکتی جب تک کہ آخر الذکر طبقہ اول الذکر طبقہ پر غلبہ نہ پائے۔ اور انقلاب برپا نہ ہو۔

(۳) محنت ہی دولت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ منافع اور بچت کی رقم پر مزدوروں کا حق ہے۔ سرمایہ داروں کا اس پر کوئی حق نہیں۔

(دینیہ جو بلی نمبر ماہ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۵۸)

یہ ہے اشتراکیت کا وہ قتنہ جس نے ساری دنیا کے سرمایہ داروں اور مذہبی پیشواؤں کو لرزہ بر اندام کر رکھا ہے۔ اور جس سے جمہوری دنیا پناہ مانگ رہی ہے۔

اشتراکیت، سرمایہ داری اور غلط مذہبیت

غیب سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح نوعِ انسانی کے لئے سرمایہ داری فساداتِ آفرین اور ہلاکت خیز ہے اسی طرح اشتراکیت بھی نوعِ بشری کے لئے خطرناک و ہلک ہے۔ تباہ حال انسانیت کے لئے نہ سرمایہ داری اور اس کی لٹری جمہوریت میں سامانِ راحت و آسائش ہے اور نہ اشتراکیت میں نجات و فلاح۔ اس لئے کہ دونوں کی ماں مادہ پرستی ہے۔ یہ دونوں نظام مذہبِ عاقل کا خون چوسنے کی ترقیت پاتے اور پرعلان

اشتراکیت کی بڑی بڑی خلیاں

اشتراکیت کے بنیادی اصول اور اس کا

دعویٰ آپ نے معلوم کر لیا ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ اشتراکیت کی اصولوں کے عملی نتائج کیا ہیں۔ اشتراکیت کی سب سے بڑی خرابی اور گہری قویہ ہے کہ اسکی بنیاد مادہ پرستی پر قائم ہے۔ اسلئے وہ بنی نوع انسان کے سامنے کوئی بلند و پاکیزہ نصب العین پیش نہیں کرتی۔ انسانوں کو حیوان سمجھ کر ان کے طبعی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ اسکے نزدیک مذہب و اخلاق اور فلسفہ وغیرہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اسلئے اشتراکیت سوسائٹی میں حلال و حرام جائز و ناجائز اور حق و باطل کوئی چیز نہیں۔ اسکے نزدیک ہر وہ چیز جائز ہے جو اشتراکیت کی نظام کے قیام میں معاون و مددگار ثابت ہو۔

اشتراکیتوں کے نزدیک اپنے مقصد کے حصول کیلئے ظلم و فساد، قتل و غارت، مکر و فریب، دغا بازی اور جعل سازی سب کچھ روئے۔ بلکہ جھوٹ اور جعل سازی کو ہنر اور قابلِ عزت سمجھا جاتا ہے۔ صداقت، دیانت اور راست بازی کو بیوقوفی تصور کیا جاتا ہے۔ شرافت، ایمان داری اور وفا شکاری کو حماقت مآبی، پچھول کیا جاتا ہے۔ دغا بازی اور جعل تبلیغ کو حکمت و عملی کے خوشنام سے بکا جاتا ہے۔ انانیت، نفسانیت، رعوت، خود بینی اور خود غرضی پر فخر کیا جاتا ہے۔ الغرض اشتراکیت سیاسی مساوات اور معاشی انصاف کے ساتھ ساتھ جلدی عوام کاری، زنا کاری اور عیاشی و فحاشی کا سیلاب عظیم بھی لاتی ہے۔ اسلئے وہ بنی نوع انسان کے لئے ناقابلِ قبول ہے۔

بنی نوع انسان کے تمام مضامین کا واحد حریف اسلام ہے

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا میں جتنی بھی خلیاں ہیں وہ سب غیر فطری نظاموں کے لامی نتائج ہیں۔ رائج الوقت نظاموں میں کوئی نظام بھی نفع انسانی کو امن و سکون اور راحت و آسائش نہیں دے سکتا۔ تمام نظاموں کی تباہیاں معذرتوں کی طرح عیاں ہیں۔ لہذا نتائج دنیا کے

سامنے ہیں۔ اور انکی خامیاں و نکامیوں بالکل ظاہر و مبہر ہیں۔ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اور طے یا نہ طے حقیقت یہ ہے کہ انسان کوئی خرابی، کمزوری، عاہوی، بی ادبی، دماندگی، غفلت، نکبت، افلاس، بکجوبیکاری، بیکسی، بے بسی اور تمام مصائب کا سبب خدا کا کار اور آسمانی نعمت سے چشم پوشی ہے۔ انسان کو ابتداء سے آفرینش ہی میں سمجھا دیا تھا کہ جو اللہ کی طرف سے آتی ہوئی ہدایت کی پیروی کریگا وہ نہ مایہ و نہ استیغے گا۔ اور نہ مشقت میں پڑیگا۔ یعنی اسپر فلاح و سعادت اور آسائش و راحت کی تمام باتیں کشادہ ہو جائیں گی۔ حیات ارضی میں مصائب سے نجات ملے گی۔ اور حیات آخری میں سرفروغی۔

چنانچہ قرآن حکیم بار بار انسان کو یہ پیغام دیتا ہے کہ تباہ حال انسان قرآن کی طرف آؤ۔ اور یاد رکھو۔ قوانین اللہ کے اتباع کا لازمی نتیجہ خوشحالی اور اسباب معیشت کی فراوانی ہے۔ اور اس کے برعکس ذکر الہی سے روگوطنی روزی کی تنگی۔ اور آخرت کی سب بھری ہے۔ کاش دنیا کے انسان قرآن کی اس پکار کو سنیں۔ اگر کفر و ایمان کے پرستار اس صلیب حق کو نہ سنیں تو قرآن پر ایمان لائیں تو مسلمان ہی ہوں گے۔ اور سرایہ داری، جمہوریت اور اشتراکیت پر لعنت بھیج کر اپنی پوری زندگی اسلام کے حوالہ کریں۔

وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ *

سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہو چکی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ جس کے ڈانڈا خواجہ اسٹیشن چنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا پونڈہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی۔ پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں *

(غلام حسین منیلچہرا)

قوم کے جوانوں کے نام

(محترم شمس صاحب لائبریری)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اہی ایمان والو! اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اپنے امیر کے جو صحیح مسلک پر ہوں فرمانبردار رہو۔ اسلام تمہیں قائدین امت کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے۔ اور اس نظام کے ساتھ تمہاری روحانی و سیاسی زندگی کو وابستہ کیا ہے۔ اسلام کا یہ نظام ہر شعبہ میں دینِ قیم کی بجتہ بنیاد پر قائم ہے۔ اگر اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی نظر انداز کرو گے۔ تو تعمیر کا کوئی خاکہ اور اجتماع عناصر کا کوئی نقشہ تیار نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ حقیقی سردار کی اطاعت سے سرگردانی اسلام کی نظریں سب سے بڑی معصیت ہے۔ کیونکہ اس سے تعمیر و نظام کی پوری مشینری بے کار ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سردار کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے۔

مولانا سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ روح کو یاد کرو۔ جن کی حیرت انگیز قوت تقریر نے تمام دنیا سے اسلام کا چکر کاٹتے ہوئے دنیا کے مسلمانوں کو ایک لڑی میں منسلک کرنے کی کوشش کی تھی۔ جس کا اثر اب حاصل کرنے کا موقع ہے۔

غازی صلاح الدین ایوبی رح کی تلوار کی جھنکار کو کہہ محیط میں اب بھی اہل نظر محسوس کر رہے ہیں۔ ہر ایک جوان کو غازی صلاح الدین ایوبی رح کا دل رکھنا چاہیے۔ موقع کو غنیمت سمجھو۔ اپنا جہاد جہد سے دنیا سے اسلام میں بیداری پیدا کر کے اقوام عالم کو توحید کا درس پڑھاؤ۔ قریب و بعید کے خطرات پر غور کرو۔ عقل کو فکر و بصیرت کی دعوت دو۔ قریب کا خطرہ مادہ پرستی میں اتر دیا ہے کہ نمودار ہو رہا ہے۔ جس میں روحانیت کا نام و نشان تک مفقود ہے۔ اور خطرہ بعید آخرت کا عذاب ہے۔ جہاں اسلامی خدمت کی باز پرس اور نیکی بڑی کاہیزان ہو گا۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی +

یقتیہ ص ۱۳۔ کیا یہ افسوس و اندوہ کی بات نہیں ہے۔ کہ جس مذہب کی تعلیم اخلاق کے ایسے اعلیٰ اصولوں پہنچی ہو اسے ہر ایک پر و کثیر تعداد میں سرائی کے لئے بار خاطر ہوں اسلام کا نشاء و تنقضا تو یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنا وجود عامۃ الناس کیلئے نافع و مفید بنائے۔ مگر بعض مسلمانوں کی کسب معاش پر قادر ہونیکے باوجود خدا اور رسول کے برخلاف گدگری جیسے تبدیل شیوہ کو ذریعہ معاش بنانا کھلے۔ بلاشبہ ایسے بٹے کٹے اور ششٹے گدگروں کا وجود باعث صد ہزار ننگے حلالہ و سوائی کیلئے سخت مفر ہے۔ ایسے لوگوں کو نصیحت دینے سے مستحقین محروم رہتے ہیں۔ اور قوم میں گدگری کی تعداد روز افزوں ہے۔ قتلہ بروایا اولی الا بصا سہ +

عالمی موتیوں کی کھجور

تھاں کے آئینہ

موتیوں کی کھجور

تحفہ مرزا تھہ دقادیانی نمبر قیمت ۴	آخری پیغام حق	قیمت ۱۰	تعلیم ذنیات کا پہلا رسالہ	قیمت ۳
برق آسمانی برتر من قادیانی	جام حیات	۸	" " " دوسرا	۴
تازیانہ نقشبندیہ	فون کر بلا	۴	" " " تیسرا	۴
کشف التلبیس حصہ دوم	پیائے نبی کے پیائے اخلاق	۸	عہد دین اسلام	"
کشف التلبیس حصہ سوم	پیغمبر اسلام	۴	الشباب ارجم الخاطف للرباب	"

تردید مرزائیت میں دلچسپ کتابیں

صحیفہ تقدیر: مر افام مبلغ پانچ سو روپیہ۔ معہ فوائد قرآن شیخ الاسلام مولینا شذیر احمد عثمانی ضخامت صفحہ ۵۴۶۔ قیمت

نوبت مرزا: مر افام مبلغ ایک سو روپیہ۔ یہ مہر کہ آراء تصنیف، جیل قصہ قادیان کو متزلزل کر دیا جائے گا ۱۸۶۲ء صفحہ ۲۸۸۔ قیمت

تصویر مرزا: مر افام مبلغ ایک سو روپیہ۔ کتاب کیا ہے گویا مرزائیت کے لئے پیغام موت، جس میں پہلوئے مرزا مساکینا کی غرض کی قربانی کی گئی۔ قیمت نوٹس اور علاوہ ازیں ہر قسم کی علمی ادبی کتابیں پتہ ذیل سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ: مینیچر جریڈ "شمس الاسلام" بھیرہ۔ (پاکستان)

بقیہ صفحہ ۴۲۔ روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا دیکھو۔ تو اگر تمہارے دروازے کے باہر نہر ہو اور وہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے۔ تو کیا اس کے بدن میں کچھ میل باقی رہیگا۔ صحابہؓ نے کہا۔ کچھ میل باقی نہ رہیگا۔ آپ نے فرمایا۔ پس پانچوں مسازوں کی یہی مثال ہے۔ کہ اللہ ان کی وجہ سے گناہ معاف فرماتا ہے۔



